إِنَّ هَٰذِهِ تَذْكِرَةٌ ۖ فَمَن شَاءَ اتَّخَذَ إِلَىٰ رَبِّهِ سَبِيلًا

رشحات الانس

موسوم بہ

لمعات القدس

از افاضات مجمع البرکات عاشق ذوالجلال صاحب فضل وکمال فقیر حق آگاہ

حضرت حاجی اوگھٹ شاہ صاحب وارثیؒ

حولی نگرایں ضلع مرادآباد انڈیا

باہتمام

حضرت حاجی فقیر عزت شاہ وارثی مدظلہ

بھیر شریف ضلع راولپنڈی پاکستان

امام الفقراء وارث ارث علی سید حافظ حاجی وارث علی شاہ قدس سرہٗ العزیز

حضرت سید عبد السلام
عرف میاں بالکا رحمتہ
اللہ علیہ کی جانب سے
کتب وارثیہ کی یہ
بہترین کاوش کی گئی جو
کہ ایک سفید پوش
گزرے ہیں اپنے وقت کے
کامل ترین عالم با عمل
ولی فقیر جو داخل
سلسلہ حضرت عبداللہ
شاہ شہید رحمتہ اللہ
علیہ سے ہیں لکی استار
صدر کراچی میں ان کا
مزار ہے

یہ کام وارث پاک علام
نواز عظمہ اللہ ذکرہ کے
حکم پر کیا گیا اس کام کو
کوئ وارثی اپنی جانب
منسوب کرکے توہین
حکم مرشد کا ارتکاب نا
کرے اگر کوئ بھی
شخص یہ کہے کے اس
نے پی ڈی ایف بنائ تو
مان لیجیے گا کہ یہ
جھوٹ بول ہے غلام کا
کام غلامی کرنا ہے یعنی
مرشد کے حکم کی
تعمیل کرنا ہے نا کہ
تعریف اور واہ واہی وصول
کرنا

برائے مہربانی سب
وارثیوں پر حکم مرشد کی
اتباع لازم ہے جھوٹ
بولنے اور واہ واہی سے پر
ہیز کریں شکریہ

رشحات الانس

موسوم بہ

لمعاتُ القدس

از تالیف

حضرت حاجی فقیر اوگھٹ شاہ وارثی رحمۃ اللہ علیہ

باہتمام:

حضرت حاجی فقیر عزت شاہ وارثی مدظلہ

ملنے کا پتہ: آستانہ عالیہ وارثیہ

حضرت حاجی وحافظ فقیر اکمل شاہ وارثی رحمۃ اللہ علیہ

چھپر شریف ڈاکخانہ چنگا بنگیال تحصیل گوجر خان ضلع راولپنڈی (پاکستان)

جملہ حقوق بحق وارثیہ پرنٹنگ پریس محفوظ ہیں۔

سال اشاعت .... اکتوبر 2000ء

تعداد 1000

مطبع .... وارثیہ پرنٹنگ پریس گوجر خان پاکستان

فون نمبر 0571-512048

Scanned with CamScanner

۷۰۷

یا وَارث

اَلحَمدُ لِمَن قَدَّ رَ خَیراً وَّ جِبا لا وَالشُّکرُ لِمَن صَوَّرَ حُسناً وَّ جَمَا لا

ثُمَّ اشُهَدُ بِاللّٰہِ هُوَا الوَاجِد حُقّاً ثُمَّ اشُهَدُ اِن قُدرَۃِ لِللّٰہِ تَعَالیٰ

اللہ اللہ کیا شان ہے کہ خالق کون ومکان کے ایک فرمان ’کن فیکون‘ نے یہ کرشمہ دکھایا کہ ہشیر دہ ہزار عالم خلوت عدم سے جلوت وجود مین آیا۔ جو صانع ہے چون و بیچگون کے انعامات گونا گون سے سراپا مملو ہے۔

تعالیٰ اللہ کمالِ صنع بیچون کہ مارا از عدم آورد بیرون

وجود جملہ ظِلِّ حضرت اوست ہمہ آثارِ صنع قدرت اوست

چنانچہ تمامی کائنات حضرت الوہیت کے کمالات کا مجموعہ اور سرکار احدیت کے صفات کا آئینہ ہے۔ ازعرش تا بہ فرش کی قدرت آشکار اور اس کی صنعت کا اظہار ہے بقول

ہمہ اسما مظاہر ذاتند

ہمہ اشیاء مظاہرِ اسما

لیکن باوجودیکہ جملہ مخلوق اپنی سیرت مین فرد اور صورت مین بےنظیر ہے۔ مگر یہ مسلمہ ہے

کہ انسان صنعت الٰہی کی مخصوص اور مکمل تصویر ہے۔ بمصداق۔ ''لَقَد خَلَقنَا الاِنسَانَ فِی اَحسَنِ تَقوِیم ط'' جس طرح ذات ایزدی یکتا و بے ہمتا ہے اسی طرح یہ ہیکل انسانی اُس کی قدرت کاملہ کی بے مثل نشانی اور تمامی مخلوق سے افضل وممتاز۔ اور خطاب ''لَقَد کَرَّمنَا بَنِی اٰدَمَ'' سے سرفراز ہے بقول جامی علیہ الرحمۃ

اے ذات تو از صفاتِ ما پاک　　کنہ تو بُردن زحد ادراک
آدم بتو شد مکرم ارنہ　　پیداست مقام ذرۂ خاک

بلکہ خاص اسی مشت خاک کا یہ شرف واختصاص ہے کہ حضرت احدیت جل جلالہٗ نے اپنے یدِ قدرت سے خمیر کیا اور اس کی صنعت بے عدیل نے ایسا شکیل وجمیل مجسمہ تعمیر فرمایا جو بلحاظ آب وگل بظاہر تیرہ وتاریک ضرور ہے مگر درحقیقت انوار قدسیہ سے پرنور اور اسرار الٰہیہ سے معمور ہے۔ بقول۔

زہے در تیرگی دیدار کردہ　　طِلِسم گنج پُر اسرار کردہ
حجاب صورت آنجا باز بستہ　　خودی وخویش در پردہ نشستہ

حتیٰ کہ صانع باکمال نے ''وَنَفَختُ فِیہِ مِن رُّوحِی''۔ کا مقتدر اعزاز۔ اور ''فِی اَنفُسِکُم اَفَلَا تُبصِرُونَ'' کا مخصوص امتیاز مرحمت فرما کر اس حسین مجسمہ کو تمام عالم و عالمیان سے ایسا برگزیدہ وممتاز کیا کہ معراج معرفت مین ''عَلَّمَ اٰدَمَ الاَسمَاءِ کُلَّھَا''۔ کی دولت لازوال ودیعت ہوئی۔ اور سرکار احدیت سے اس خاک کے پُتلے نے خلیفۃ اللہ کا پاک اور مقدس خطاب پایا۔ اور ذات واجب الوجود کا آئینہ۔ اور اس کے صفات غیر محدود کا مظہر اتم ہوا۔ بقول

خداوندے کے جان بخشید ادراک　　نہاد اسرار خود در ادر کفِ خاک
زخا کے این ہمہ معنی نمودہ　　در و دیدارِ خود پیدا نمودہ

حقیقت یہ ہے کہ وہ شاہد بے ہمتا جو پردۂ عظمت اور حجاب خفا مین بلحاظ یکتائی ہمیشہ

سے مستور تھا۔ اُس نے باوجود بے نام ونشان ہونے کے یہ شان دکھائی کہ صورت آدم مین جلوہ نمائی فرمائی۔ بقول

اے مغربی آن یار کہ بے نام ونشان بود
بے نام ونشان آمد وبانام و نشان شد

یعنی اُس لامکان کی بیرنگی کا اظہار اس رنگ مین ہوا۔ کہ

نخل قدش کہ از چمنِ جان برآمدہ
شاخ گلے بصورتِ انسان برآمدہ

لہذا انہین مخصوص صفات کے لحاظ سے آدم باعتبار دیگر ممکنات کے اکمل وافضل ہے۔ جس کے شرف واقتدار کا اعلان بروز میثاق ہوا کہ جناب احدیت جل جلالہٗ نے اپنی مقرب ونورانی مخلوق سے حکم فرمایا کہ "قُلنَا لِلمَلٰئِکَۃِ اسجُدُوا"

آن دم کہ آدم آمد گردید آشکارا
اسرار کنت کنزاً کالشمس وانہارا

اگر یہ وجود خاکی رموز حقیقت کا آئینہ۔ اور علوم معرفت کا گنجینہ نہوتا تو اس کے آگے مخلوق قدسی سرشت سر تسلیم خم نہ کرتی۔ اور ابو البشر آدم علیہ السلام مسجود ملائک نہوتے۔ بقول حضرت فرید الدین عطار علیہ الرحمۃ۔

گر نہ بودے ذاتِ حق اندر وجود
آب وگل را کے ملک کردے سجود

غرض انسان ہر چند خلقتاً ضعیف البنیان ضرور ہے۔ مگر بکمال تحمل واستقلال اس سرفروش نے وصال شاہد حقیقی کے جوش مین ناقابل برداشت بار امانت اُٹھایا۔ جس کے صلہ مین سرکار کریم کارساز سے یہ اعزاز ملا کہ اپنے عاشق جانباز کو جملہ مخلوق سے ممتاز فرمایا بقول۔

Scanned with CamScanner

کرد فرایزدی ہئیت آدم گرفت

رحمت پروردگار صورتِ انسان رسید

چنانچہ کتب سیر کی ورق گردانی کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ از آدم تا ایندم کوئی قرن ایسا نہیں گزرا کہ کسی فرد بنی آدم کی مخصوص شخصیت کا شہرہ نہ ہوا ہو اور اس کے علوی مرتبت کا نقارہ نہ بجا ہو۔ بلکہ ہر عہد مین خصوصیت کے ساتھ انسان کی شان وعظمت کا نشان بلند رہا۔ جس کی وجہ یہی ہے کہ درحقیقت انسان جامع کمالات ہے۔ جب تک حجاب تعینات مین محجوب ہے۔ مجبور ہے۔ اور جب توفیق الٰہی سے اپنی اصل کی جانب رجوع ہوتا ہے تو آبائی شرف واختصاص کا حقیقی ورثہ اس کو ملتا ہے۔

بلکہ ایسے انسان کامل کا عہد زندگی دنیا مین غیر معمولی طور پر یادگار رہتا ہے۔ اور اُس کی قوم فخر ومباہات کے ساتھ اس کے فضل واقتدار کا اقرار کرتی ہے۔ اور اس کی گرویدہ ہوکر اس کی تقلید مین سرگرم رہتی ہے۔ اور اس کے افعال واقوال قلمبند کرتی ہے۔ جس کے مطالعہ سے دوسرون کو ہمیشہ فائدہ حاصل ہوتا ہے۔

بلکہ بعض مقدس حضرات نے اپنے سوانحات نہایت تصریح وتشریح سے تسطیر فرمائے ہین اور وہی ذرّین ہدایات کا مجموعہ سالکین راہ طریقت کے لئے مکمل دستور العمل۔ اور حصول فیضانِ باطنی کا مفید ذریعہ بنا ہے۔ جس کی نسبت حافظ شیراز علیہ الرحمۃ فرماتے ہین۔

کلک تو بارک اللہ در ملک ودین کشادہ

صد چشمۂ آب حیوان از قطرۂ سیاہی

مگر یہ خصوصیت اُنہین برگزیدہ ہستیون کے تذکرون مین ہے جن کو تقرب الٰہی کا شرف اور حیات جاوید حاصل ہے اور جو واقعی انسان بلکہ انسان کامل ہین۔ اس لئے کہ اُن کا عہد ظاہری جس طرح خلق کو فائدہ پہونچاتا ہے۔ اُسی طرح اُن کا باطنی تصرف بھی سائر ودائر ہے اور رہیگا۔ کیونکہ بقائے ایزدی نے ان کو حیات سرمدی مرحمت فرمائی ہے۔ بقول حضرت

Scanned with CamScanner

جامی علیہ الرحمۃ۔

زندۂ عشق نہ مُردست ونمیرد ہرگز

لایزالی بود این زندگی ولم یزلی

انھین حضرات کے حالت وواقعات قابل تحریر بھی ہین اور اُن کے اقوال وافعال مین یہ تاثیر بھی ہوتی ہے۔ کہ صدّیون کے بعد اُن کے مطالعہ سے ناظرین کامیاب اور فائز المرام ہوتے ہین۔ لیکن ماوشما کے سوانحات نہ اس لائق ہین کہ تحریر مین لائے جائین۔ ورنہ انکا مطالعہ آئندہ نسلون کو مفید اور سودمند ہوسکتا ہے۔

چنانچہ اکثر احباب نے اس فقیر سے فرمایا کہ تم اپنے حالات زندگی قلمبند کرو۔ جو ہماری واقفیت کے لئے مفید اور بکار آمد ہون گے۔ لیکن مین نے ہمیشہ یہی عرض کیا کہ فقرائے کاملین کے تذکرے مفید ضرور ہوتے ہین۔ مگر وہی حضرات جو صاحب خیر و برکات ہین ان کے اقوال و افعال چونکہ حقانیت سے مملو ہوتے ہین۔ اس لئے اُن مقدس ہستیون کے حالات وواقعات مین بھی یہ اثر مضمر ہوتا ہے کہ ان کے مطالعہ سے ناظرین کے عادات شائستہ اور خیالات پختہ ہو جاتے ہین۔ لہذا یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ بزرگون کے تذکرے بھی فیض وتصرف سے خالی نہین ہوتے۔ لیکن میرے حالات نہ قابل ذکر ہین نہ لائق التفات۔ ''من آنم کہ من دانم'' کا مضمون ہے جب کہ میری اس ہستی سے کسی کو فائدہ نہین پہونچا تو میرا تذکرہ کب سودمند ہوگا۔

لیکن جب احباب نے بار بار یہی اصرار کیا تو مجبوراً مجھ کو یہ خیال ہوا کہ میرے حالت تو درحقیقت معمولی واقعات ہین جو ہرگز اس لائق نہین کہ نذر ناظرین کرون۔ البتہ میری زندگی کا وہ حصہ جو پیشوائے برحق کے حضور مین گذرا ہے وہ اس وجہ سے قابل ذکر ضرور ہے کہ ایسے ہادی کامل کا فقیر۔ اور ایسے زبردست رہنما کا دست گرفتہ ہون جس کی عظمت و رفعت کا شہرہ چاردانگ عالم مین ہے۔ اگر اس سلسلہ مین اپنی بیعت وارادت اور اپنی تہبند پوشی کا ذکر کرون تو شاید زیادہ مناسب ہوگا۔ کیونکہ درحقیقت وہ ذکر سیدی ومولائی۔ مرشدی وآقائے

Scanned with CamScanner

سرکار عالم پناہ۔ آیۃ من آیات اللہ۔ حضرت وارث پاک۔ خلف الصدق صاحب لولاک
کے فیضان وتصرف کا ذکر ہوگا۔ لہٰذا بقول مولانا علیہ الرحمۃ۔

خوشتر آن باشد کہ سرِّ دلبران
گفتہ آید در حدیثِ دیگران

لہٰذا اس پردہ مین اپنی حقیقی زندگی کے حالات۔ یعنی وہ واقعات جو بارگاہ وارثی مین حاضری کے وقت دیکھے ہین نگارش کرونگا۔ لیکن محض سلسلہ کی غرض سے پہلے اپنی ابتدائی کیفیت اور آبائی حالت مختصر لفظون مین عرض کرتا ہون۔ مصرع

''آن کس کہ گفت قصہ ماہم زماشنید''

ہر چند فقیر کا آج کوئی مملوکہ مکان کہیں نہیں۔ لیکن اس قدر کہہ سکتا ہون کہ قصبہ بچھرایون ضلع مرادآباد کا قدیم رہنے والا ہون۔ اور آج بھی اس قصبہ مین جب آتا ہون تو والد ماجد کا مزار چونکہ مسجد سہراب شاہ مین ہے اس لحاظ سے حسب ہدایت پیشوائے برحق وہین قیام کرتا ہون پہلے میرا آبائی نام بدرالدین تھا۔ میری پیدائش ۸ محرم الحرام ۱۲۹۱ ہجری مین ہوئی اور والد بزرگوار کا اسم گرامی شاہ شمس الدین قادری چشتی صابری علیہ الرحمۃ ہے۔ جو ابتدا مین زمیندار و ملازمت پیشہ تھے۔ لیکن بعدہٗ جناب حاجی غلام رسول صاحب قادری قدس سرہٗ مسند آرائے گودھنا ضلع بلندشہر کے جب مرید ہوئے اور شاہ صاحب موصوف نے سیاحت کا حکم فرمایا تو مسلسل بارہ سال تک سیر وسیاحت مین مصروف رہے۔ اور ہر طریق و شرب کے مشاہیر حضرات کی صحبت سے مستفیض ہوئے۔ بلکہ بعض فقرائے ہند کے ساتھ بھی رہنے کا اتفاق ہوا جیسا کہ آزاد خیال حضرات کا مذاق ہوتا ہے۔ بقول

تلسی جگ مین آئے کے سب سے ملئی دہائے
نا جانے کہہ بھیس مین نارائن مل جائے

چنانچہ فقرائے ہند کے ارتباط واتحاد سے یہ فائدہ ہوا کہ قواعد یوگ اور ضوابط جوگ

جو طے مراحل کے لئے ان کے مشرب مین لازمی ہین ان سے کماحقہٗ واقفیت ہوئی۔ اور طبیعت کا یہ انداز ہوگیا۔ کہ ہر طریق و مسلک کے فقیر سے بجز اتحاد کے اختلاف نہین فرماتے تھے۔ بلکہ جملہ اہل ملل و مذاہب سے یکسان ملتے تھے۔ حتیٰ کہ یار و اغیار کی بھی تفریق اخلاق مین نہ تھی۔

بعد مدت معینہ جب سیاحت سے واپس آئے۔ تو جناب شاہ صاحب ممدوح الصدر نے رموز توحید تعلیم فرمائے۔ اور خلافت نامہ دیگر طریق قادریہ مین جس کا سلسلہ قطب الاقطاب حضرت اخوند صاحب مخدوم الولایت صوات بیز سے ہے خلیفہ مجاز کیا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ پیران کلیر شریف مین جا کر حقیقت آگاہ جناب پیر علی شاہ صاحب چشتی کے دست حق پرست پر سلسلہ صابریہ مین بیعت کرو۔

چنانچہ اسی وقت بمصداق "بہ مے سجادہ رنگین کن گرت پیر مغان گوید" پیران کلیر شریف کا سفر کیا۔ اور حسب الحکم پیر علیشاہ صاحب کی خدمت مین حاظر ہوئے۔ شاہ صاحب نے بکمال شفقت خاندان چشتیہ صابریہ مین داخل کیا۔ اور بعد ہدایات ضروریہ شرف خلافت سے مشرف فرمایا۔ اور اپنا شجرہ جس کا سلسلہ حق نیوش حضرت شاہ خاموش قدس سرّہٗ العزیز سے ہے مرحمت فرما کر ارشاد ہوا کہ اجمیر شریف جاؤ۔

جناب والد ماجد نے اسی شب کو حالت جوش و وجد مین ایک غزل لکھی جس کا مطلع اولیٰ یہ ہے۔

کہون کیا رُتبہ اعلیٰ علاؤالدین صابر کا
جسے دیکھو ہے متوالا علاؤالدین صابر کا

دوسرے روز اجمیر شریف کا سفر کیا۔ اور حضرت غریب نواز کے آستانہ اقدس پر حاضر ہوکر خانقاہ کے ایک حجرہ مین چلّہ کش ہوئے۔

ہنوز آپ اجمیر شریف مین حاضر تھے۔ کہ بچھراون مین یہ واقعہ پیش آیا کہ سقف مکان سے شارع عام کی جانب مین گر پڑا۔ لیکن مجکو خوب یاد ہے کہ اس گرنے مین صاف طور پر یہ

دیکھا کہ ایک زنِ مجذوبہ نے مجکو گود مین لے لیا۔ چنانچہ باوجود ایسی بلند چھت سے اور پختہ سڑک پر اس طرح گرا کہ زندہ رہنا ناممکن تھا۔ مگر پیران طریقت کے فیضان و برکت سے میرے تمام اعضا زخم اور چوٹ سے بالکل محفوظ رہے۔ بقول حضرت مولانا علیہ الرحمۃ

اولیا را ہست قدرت از آلہ

تیر جستہ باز گرداند زراہ

اس واقعہ کے پانچ روز کے بعد جناب والد ماجد اجمیر شریف سے بچھرایون آئے۔ اور فرمایا کہ خواجہ غریب نواز کے تصرف سے مجکو وہین معلوم ہوا کہ بدرالدین کوٹھے پر سے گرا ہے۔ اور اسی وجہ سے بچھرایون آنے کا حکم ہوا۔ لیکن جب مجکو تندرست دیکھا تو خوش ہو کر سجدۂ شکر ادا کیا اور ہر وقت مجکو ساتھ رکھنے لگے۔

اُسی زمانہ مین ایک درویش جنکا نام موہن شاہ تھا۔ اور ایک مجذوبہ عورت مسمی بنو کا بہت شہرہ تھا۔ اور قصبہ کے باشندے ان کو اہل جذب اور صاحب باطن سمجھتے تھے۔ اور یہ دونو خدا شناس والد ماجد کے پاس زیادہ آتے تھے۔ چونکہ میری عمر بہت کم تھی اور ان کی خدمت مین اسقدر شوخ ہو گیا تھا کہ اکثر موہن شاہ کے کاندھے پر سوار ہو جاتا تھا۔ مگر وہ اپنے حلم اور محبت سے میری اس گستاخی کو بھی نظر انداز فرماتے تھے۔

مجھے یاد ہے کہ جب مین کوٹھے سے گرا تھا تو پارۂ عم (۳۰) مین سورۂ کافرون پڑھتا تھا۔ لیکن قرآن مجید ختم کرنے کے بعد مین سرکاری مدرسہ مین داخل ہوا۔ پھر مدرسہ اشفاقیہ اور نیز دیگر مکتبون مین تعلیم پائی۔ اور میلاد خوانی کا شوق ہوا تو والد نے چودھری محمد احسن خان صاحب کے سپرد کیا۔ جن کی خوش بیانی آج تک مشہور ہے۔ اور ورزش مین استاد بُدھو آہن گر کا شاگرد کرا دیا۔

چونکہ جناب والد نے پھر سیاحت نہیں فرمائی۔ اس لئے اکثر درویش آپ کی ملاقات کو بچھرایون آیا کرتے تھے۔ بلکہ پنجاب سے ہندو فقیر بغرض استفاضہ و رفع شکوک جب آئے تو

اُن کا قیام مہادیومندر مین ہوا۔ والد ماجد وہین جا کر سیتل تالاب پر بیٹھتے تھے۔اور کسی سے اذکار واشغال کا تذکرہ کسی سے رموز توحید مین گفتگو ہوتی تھی۔اور کسی کو یوگ اور بھوگ کے مخصوص قواعد وفوائد سے آگاہ فرماتے تھے۔اور چونکہ مین ہر وقت ساتھ رہتا تھا اس لئے وہ یادگار صحبتین یاد ہین۔اور ان کا نقشہ آنکھون کے سامنے رہتا ہے۔

ایک روز اُمراؤ سنگھ سب انسپکٹر پولیس اور منشی اسد خان صاحب انسپکٹر حلقہ جو والد معتقدین مین تھے۔آئے۔اس وقت مین بھی حاضر تھا والد ماجد نے ان دونون کو بھی بعض نصیحتیں کین۔اور اسی اثنا مین مجھ سے مخاطب ہوکر فرمایا سنو۔

پیران سخن بہ تجربہ گفتند گفتمت

ہان اے پسر کہ پیر شوی پند گوش کن

بدرالدین۔ہم تم کو بھی ایک نصیحت کرتے ہین۔اور یہ دونون صاحب اس کے شاہد رہینگے کہ اگر ہماری ہدایت کی خلاف ورزی کرو گے تو مین ہمیشہ ناخوش رہون گا۔ ہر چند اس کی امید نہین کہ تم مجکو رنجیدہ کرو گے۔ بلکہ خدا نے توفیق دی تو ضرور میری اس نصیحت کو مانو گے ۔بقول حافظ شیراز علیہ الرحمۃ

نصیحت گوش کن جانن کہ از جان دوست تر دارند

جوانان سعادتمند پند پیر دا نارا

مین نے عرض کیا کہ فرمایئے۔ انشااللہ آپ کے حکم کی ضرور تعمیل کرون گا۔ارشاد ہوا کہ تمھارے واسطے یہی مناسب اور مفید ہے کہ تم مناکحت نکرنا۔اور ہمیشہ مجرّد اور آزاد رہنا مین نے شوخی سے عرض کیا کہ آپ نے کیون شادی کی۔فرمایا کہ ہم نے اپنے باپ کے حکم کی تعمیل کی ہے۔اسی طرح تم اپنے باپ کی ہدایت پر عمل کرو۔انھون نے شادی کرنیکی ممانعت نہین کی۔ بلکہ خود ہماری شادی کردی۔اور ہم تم کو نصیحت کرتے ہیں کہ شادی نکرنا مین نے سر تسلیم خم کیا۔اور دست بستہ ہوکر اقرار کیا کہ جو آپنے فرمایا ہے وہی کرونگا۔

Scanned with CamScanner

غرض ہمیشہ آپ کی توجہ میری تربیت کی جانب مبذول رہی۔ معمولی باتیں بھی زرّین نصیحتوں سے مملو ہوتی تھین۔ اور ہر وقت فقر وتصوف کے نکات بیان فرماتے تھے۔ جن کے سمجھنے کے لئے اس وقت میری عمر اس قدر نہ تھی۔ افسوس ہے کہ آپ کے خزینہ صدر کے جواہر بے بہا کے حصول سے یہ بدنصیب محروم رہا۔ کیونکہ میرے عنفوان شباب مین دفعتاً آپ کی طبیعت ناساز ہوئی۔ اور بعد کو معلوم ہوا کہ یہ آخری بیماری تھی۔

چنانچہ پہلے بچھرایون کے اطبّا کا علاج ہوا۔ مگر جب افاقہ نہ دیکھا تو آپ بغرض علاج امروہہ مین آئے۔ اور مجکو ہمراہ لائے۔ چند روز کے بعد میرے منجھلے بھائی ڈاکٹر قمر الدین بھی وہان آ گئے۔ ہم دونوں تیمارداری مین مصروف تھے کہ ایک روز مجھ سے فرمایا کہ اب ہم اچھے ہین تم قصبہ دیویٰ شریف ضلع بارہ بنکی مین جاؤ۔ اور جناب حاجی سید وارث علی شاہ صاحب کے مرید ہو۔

ہرچند بجز تعمیل ارشاد کے عذر کرنا لازم نہ تھا۔ مگر حالت چونکہ روز بروز متغیر ہو رہی تھی اس لئے مفارقت گوارا نہ ہوئی۔ اور اضطراری عالم مین یہ عرض کیا کہ جب تک آپ کو صحت کامل نہ ہو جائے گی مین آپ سے ایک دن کے لئے بھی علیحدہ نہونگا۔ پھر آپ نے یہ اصرار فرمایا کہ تم جاؤ ہم اچھے ہو جائین گے۔ اور یہ بھی بتائے دیتا ہون کہ جناب حاجی صاحب قبلہ سیر وسیاحت مین رہتے ہین۔ اگر دیویٰ شریف مین نہ ہون تو دریافت کرنا۔ اور جہان قیام پذیر ہون وہین جا کر ان کے مرید اور انہین کے فقیر ہو جانا۔ ان کا لباس رنگین احرام ہے۔ اور شیرینی مین لڈو۔ اور خوشبو مین حنا کا عطر پسند ہے۔ یہی ہدیۃً لیجانا۔ مین نے پھر وہی عرض کیا کہ چند روز مین آپ کو افاقہ ہو جائے گا۔ اس وقت انشاءاللہ مین جاؤنگا۔ اور بہ سروچشم آپ کے حکم کی تعمیل کرونگا۔ اس کے بعد آپ خاموش ہو گئے۔

جناب والد ماجد قبلہ کی یہ ہدایت جو میرے دین و دنیا کی سلامتی کے واسطے کافی۔ اور میری زندگی کیلئے سرمایہ ناز ہونے والی تھی۔ جب ختم ہوئی تو چند گھنٹے کے بعد رشتہ

Scanned with CamScanner

حیات قطع ہونے کے آثار نمایاں ہوئے۔حتیٰ کہ اسی روز یعنی ۱۱رذیقعدہ ۱۳۱۳ ہجری کو بعد ظہر قفس جسدی سے طائرروح پُرفتوح نے پرواز کیا۔

اِنَا لِلّٰہِ وَ اِنَا اِلَیہِ رَاجِعُون۔

قبل انتقال کے یہ بھی فرمایا تھا کہ بہتر یہ معلوم ہوتا ہے کہ میرے ہادی طریق چشتیہ کے مزاراقدس کے قریب جومحلّہ بڈالا (امروہہ) مین ہے میری قبر ہو۔اوراگر مجھکو یون لیجانا تو مسجد سہراب شاہ مین مجکو دفن کرنا۔

چنانچہ بھائی قمرالدین نے مجھکو یون لیجانا مناسب سمجھا۔اورفوراً ایک تانگہ کرایہ کیا اورامروہہ سے روانہ ہوئے۔راستہ سے بعجلت تمام مین آگے بڑھااورمکان پر جاکر خبر کی۔ اورتجہیز وتکفین کا سامان کیا۔اورنصف شب کے قریب وہ جسم نورانی حسب ہدایت مسجد سہراب شاہ مین سپرد خاک کیا۔

جب ظل حمایت پدری سر پر نہ رہاتو والدہ صاحبہ کے سایہ عاطفت کو مغتنم جان کر ان کی خدمت گذاری مین ایسامصروف ہوا کہ والد مرحوم کی آخری ہدایت کی بھی تعمیل نہ کر سکا۔اوردیویٰ شریف تک سفر کرنے کا موقع اس وجہ سے نہ ملا کہ والدہ کی طبیعت ناساز رہنے لگی۔اوراگران کے علاج سے کبھی تھوڑی فرصت ملی بھی توان کا ضعف دیکھ کرعلیحدہ ہونا دل نے گوارانہ کیا۔اوران کا اضمحلال یوماً فیوماً ایسا بڑھتا گیا کہ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انھون نے بھی پانچ ماہ کے بعد ربیع الاول ۱۳۱۴ ہجری مین ہمیشہ کیلئے اس دارفانی کو چھوڑااورملک جاودانی کورحلت فرمائی۔

بعد مراسم چہلم وغیرہ مین نے ایک شب کو یہ خواب دیکھا کہ کوئی شخص کہتا ہے کہ تمھارے والدزندہ ہوکرآ گئے۔اورتم کو بلاتے ہین۔یہ خبرسن کرمین دوڑا۔راستہ مین غیرمعمولی ہجوم نظرآیا۔جب اس مجمع کے قریب پہونچا۔تو یہ دیکھا کہ ایک سانپ ہے۔جس کا سراوردم زمین کے اندراوربقیہ جسم باہر ہے۔اورلوگ اس کونکالنا چاہتے ہین مگروہ نکلتا نہیں۔مین نے

بھی اس کے نکالنے کی کوشش کی۔ لیکن جب وہ نہیں نکلا تو کسی نے کہا کہ اس کو چاقو سے کاٹ دو مین نے ایسا ہی کیا تو اس کے ٹکڑے بہ آسانی نکل آئے۔ اس کو چھوڑ کر آگے چلا تو حاجی اشفاق حسین صاحب کو دیکھا کہ اپنے مکان مین حسب معمول چوکی پر بیٹھے قرآن مجید کی تلاوت مین مشغول ہین۔ چونکہ والد کے دیکھنے کا اشتیاق ایسا تھا کہ مامون صاحب کے پاس بھی نہین ٹھہرا۔ اور قصبہ کے باہر شرقی وجنوبی سمت وہ تالاب جو گُنڈہ کے نام سے مشہور ہے اس کے قریب جا کر نظر آیا کہ تالاب کی دوسری جانب ایک باغ مین والد تہبند باندھے بیٹھے ہین۔ اور کلمۂ طیبہ کا ذکر بالجہر کر رہے ہین۔ مین نے بہت کوشش کی۔ مگر طغیانی کی وجہ سے تالاب کے پار نہ جا سکا۔ مجبور ہو کر بآواز بلند عرض کیا کہ مین کس طرف سے حاضر ہون۔ جس کے جواب مین والد نے یہ فرمایا کہ پورب سے آؤ گے تو مجھ تک پہونچ جاؤ گے۔ حسب ہدایت میں پورب کی جانب چلا تو ایک پشتہ نظر آیا۔ اس پر چلنے کا قصد کیا۔ تو بیدار ہو گیا۔

مین نے اس خواب کی تعبیر یہ سمجھی کہ جب تک پورب جا کر جناب حاجی صاحب قبلہ کا حلقہ بگوش نہ ہون گا۔ دنیا کے عمیق تالاب سے عبور دشوار بلکہ اس کی سعی وکوشش کرنا بھی بیکار ہے۔ بقول۔

نہ شوی واقف یک نکتہ ز اسرار وجود

گرتو سرگشتہ شوی دائرہ امکان را

اس روز سے فکر زیادہ ہوئی کہ جس طرح ممکن ہو جلد سے جلد یہ دولت سرمدی حاصل کرون لیکن سفر کے لئے خرچ نہ تھا۔ اس لئے چند روز حاضری سے معذور رہا۔ ہر چند ناداری کے باعث اس سفر کی اہمیت زیادہ معلوم ہوتی تھی۔ بلکہ اکثر مایوس بھی ہو جاتا تھا۔ لیکن کوئی قوت پھر آمادہ کرتی تھی۔ اور دل افسردہ بیساختہ کہتا تھا۔

حافظا غم مخور کہ شاہدِ بخت　　　عاقبت برکشد ز چہرہ نقاب

Scanned with CamScanner

ناگاہ غیب سے یہ سامان ہوا کہ ایک ضعیفہ جو والد مرحوم کی مریدہ تھی وہ آئی اور پچاس روپیہ پیش کرنے کے بعد کہا کہ یہ میرے پیر کا حکم تھا جس کی مین نے تعمیل کی۔ اب تم حاجی صاحب قبلہ کی خدمت مین جاؤ۔

مین نے خیال کیا کہ اس سفر کے واسطے پچاس روپیہ زائد ہین۔ اس لئے بمصداق۔ ''ہر چہ گیرید مختصر گیرید'' پچیس روپیہ اس ضعیفہ کو واپس کئے۔ اور بقیہ پچیس روپیہ لیکر شوق ارادت مین یہ شعر پڑھتا ہوا بچھرایون سے روانہ ہوا۔

جاتے ہین اب تو کوئے بتِ لالہ فام کو

اپنا تو بس سلام ہے دارالسلام کو

لکھنو پہونچ کر میری یاد نے غلطی کی۔ کہ بجائے بارہ بنکی کے فیض آباد کا ٹکٹ خرید لیا اور چھ بجے شام کو وہان پہونچا۔ شب کو سرائے مین قیام کیا۔ صبح کو بھٹیارہ سے جناب حاجی صاحب قبلہ کا پتہ پوچھا تو اس نے کہا وہ میرے بھی پیر ہین۔ آپ بہت آگے چلے آئے وہ ضلع بارہ بنکی مین رہتے ہین۔ مین اسی وقت فیض آباد سے بارہ بنکی واپس آیا۔ یہان یکہ بھی فوراً مل گیا۔ جس نے آٹھ میل کا وہ راستہ تقریباً ایک گھنٹہ مین طے کیا۔ اور ۲۸ ربیع الثانی ۱۳۱۴ ہجری عصر کے وقت یکہ والے نے یہ مژدہ سنایا کہ دیویٰ شریف آ گیا جب معلوم ہوا کہ منزل مقصود یہی ہے۔ تو عرصہ سے جو دل شوق زیارت مین بے چین تھا۔ دفعتاً مسرور ہو گیا۔ اور وفور مسرّت سے یہ کیفیت ہوئی کہ بیساختہ زبان سے نکلا۔

این مقامِ خوش کہ می بخشد نسیمِ وصل یار

خَیرَ دَارٍ حَلَّ فِیہَا خَیر اَربَابِ الدِّیَار

چونکہ مین ناواقف تھا۔ اس لئے یکہ والے نے رہنمائی کی اور آبادی مین جب پہونچا تو ہر چند بعض مکان خام اور خس پوش بھی نظر آئے۔ جن کے دروازون پر مویشی بندھے تھے یا کاشتکاری کا سامان رکھا تھا۔ لیکن اسی کے ساتھ ایسی عمارتین بھی دیکھین جن کی شان

و رفعت زبانِ حال سے شاہد تھی کہ ان کے مکین مقتدر اور خوشحال ہین۔ خصوصاً بعض آثار مظہر تھے کہ یہ قصبہ بہت قدیم ہے۔ اور کبھی اہل قصبہ ذیجاہ و اہل ثروت تھے۔ جیسا کہ ایک بلند مقام پر اینٹونکا ڈھیر اور شکستہ دیوار دیکھی جس کو یکہ والے سے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ یہ عہد شاہی مین قلعہ تھا۔ اور اسی کے مقابل پختہ اور بہت وسیع سرائے کا نشان بھی نظر آیا۔ البتہ قصبہ کے باشندون کو باہم گفتگو کرتے جو سنا تو روہیلکھنڈ کی زبان سے بہت فرق پایا۔ خصوصاً لہجہ مین بین تفاوت تھا۔ لیکن یہ کہونگا کہ اودھ کی زبان نرم و شیرین۔ خوشگوار و دل آویز ضرور ہے۔

الغرض تھوڑی دور چلنے کے بعد جب یہ سعادت نصیب ہوئی کہ سرکار عالم پناہ کے درِ دولت پر حاضر ہوا تو دیکھا کہ قدیم وضع کا ایک پختہ مکان ہے۔ جس کی سادگی مین ایسا دلفریب حسن نظر آیا۔ اور اس کی عظمت کا وہ اثر دل پر ہوا۔ کہ بلحاظ مشرب اگر یہ کہون تو بیجا نہ ہوگا۔

کاخیست سرِ خاک بنا گشتہ و در قدر

برکنگرۂ چرخ کُلاہِ سرمہ شد

سامنے جا کر یہ بھی دیکھا کہ اس آستانہ وارثی کا باب صدر مشرقی سمت متوسط پیمانہ کا مگر امتیازی شان رکھتا ہے اور اس کے آگے وسیع صحن ہے۔ جس مین دروازہ کے شمالی پہلو کے قریب چاہ پختہ۔ اور جنوب کی طرف کمرہ جس کے آگے سائبان اور اوپر بالا خانہ ہے۔ اور اگر بعض اشخاص اس کمرہ مین بیٹھتے ہین تو بعض کسی ضرورت سے یا بخیال تفنن طبع صحن مین کھڑے ہین۔ جن مین دو تین آدمی تو خدمتی معلوم ہوتے تھے۔ اور کچھ لوگ دیہاتی طرز کی دھوتی باندھے اور کرتہ پہنے تھے۔ جو شاید کاشتکار یا زمیندار ہون گے۔ اور چند اشخاص کے مہذب لباس سے ظاہر ہوتا تھا کہ یہ معزز و ممتاز افراد ہین۔ لیکن ان مین بھی یہ تفریق ضرور تھی کہ قدیم وضع کا لباس یعنی انگرکھا اور پائجامہ اگر کسی کے زیب جسم تھا تو بعض شیروانی اور ترکی ٹوپی

پہنے تھے۔ جن کی وضع یہ کہتی تھی کہ یہ مغربی تہذیب سے آگاہ ہین۔ اور مختلف مقامات کے باشندے ہین۔

مجکو زیادہ حیرت اس وقت ہوئی کہ اس مجمع کے بعض بزرگ صورت حضرات کا لباس اپنی وضع مین بالکل جداگانہ دیکھا۔ کہ انھون نے ایک عریض اور رنگین کپڑے کے نصف حصہ سے ستر پوشی کی تھی۔ اور نصف حصہ اسکا بطور چادر کے اوڑھے تھے۔ اور ننگے سر اور پا برہنہ ہونے کی وجہ سے وہ دیندار سراپا آزاد اور تعلقات دنیا سے بے سروکار معلوم ہوتے تھے۔ مین نے ان بزرگون کے مقدس لباس اور مخصوص امتیاز سے یہ اندازہ کیا کہ شاید حاجی صاحب قبلہ کے یہ فقیر ہین۔

غرض میری ناواقفیت گو اجازت نہین دیتی تھی۔ مگر ٹھٹکتا ہوا جب قریب دروازہ کے پہونچا تو جو لوگ وہان موجود تھے۔ وہ میری اجنبی صورت اور میرا مسافرانہ اسباب دیکھ کر میری جانب مخاطب ہوئے۔ مین نے سلام کیا تو نہایت اخلاق سے انھون نے سلام کا جواب دیا۔ اور محبّ آمیز لہجہ مین میری حاضری کا سبب دریافت کیا۔ مین نے عجلت مین اسیقدر کہا کہ قدمبوسی کو آیا ہون۔

چنانچہ میری خواہش معلوم ہونے کے بعد ایک صاحب اس دروازہ کے اندر گئے۔ اور چند منٹ مین واپس آکر مجھ سے کہا کہ چلو تم کو بلایا ہے۔ اس مختصر جملہ سے کہ ''چلو تم کو بلایا ہے'' ایسی مسرت ہوئی کہ بے اختیار دل نے لبیک کہا۔ اور یقین ہو گیا کہ میری دیرینہ آرزو آج پوری ہو کر رہیگی۔

جب ان کے ہمراہ چلا تو صدر دروازہ کے پہلے ایک ایسی مسقّف ڈیوڑھی مین داخل ہوا۔ جس مین ایک دروازہ درمیانی اور ایک آخر مین تھا۔ اس کے اندر گیا تو دیکھا کہ کشادہ صحن کے جنوبی سمت کمرہ اور اس کے آگے خشتی در کا والان ہے۔ جس مین زمین کے فرش پر نہایت سادہ مگر امتیازی طور پر ایک گدّا بچھا ہے۔ جس پر ایک مقدس بزرگ رنگین احرام باندھے رونق افروز

ہین ۔ جن کا نورانی چہرہ اور پُر سطوت آنکھین دیکھ کر خود بخود دل کو یقین ہو گیا کہ '' خدا نما ہے خدا کی قسم یہی صورت ''۔

ہر چند رعب عظمت سے دل مرعوب تھا۔ مگر کشش حسن کا وہ گہرا اثر ہوا کہ پروانہ وار اس شمع جمال ایزدی کے قریب جا کر بکمال ادب قدمبوس ہوا۔ فرمایا '' کہان سے آتے ہو ''مین نے دست بستہ عرض کیا کہ بچھرایون ضلع مراد آباد سے۔ ارشاد ہوا کہ '' ہان بچھرایون امروہہ سے دس کوس اور سنبھل سے بیس کوس ہے۔ '' مین نے عرض کیا کہ جی ہان اس قدر ہے۔ پھر حضور نے ایک ضعیف تہبند پوش خادم سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ '' رحیم شاہ اس بستی کے رہنے والے کسی سے نہین ڈرتے ''۔ اور مجھ سے ارشاد ہوا۔ '' اچھا ٹھہرو۔ پھر ملاقات ہو گی ''۔ اور دوسرے خادم سے یہ فرمایا کہ '' فیضو شاہ ان کو درگاہ مین ٹھہرا دو ''۔

فیضو شاہ دالان سے باہر میرے ساتھ اس مقام تک آئے۔ جہان اپنا اسباب چھوڑ گیا تھا۔ مین نے اس مین سے شیرینی اور عطر نکالا جو حسبِ ہدایتِ والد مرحوم لے گیا تھا۔ اور وہ ناچیز ہدیہ حضور کے سامنے پیش کیا۔ جناب حضرت نے اس مین سے نصف لڈو تناول فرمایا اور اپنا اُلش نصف لڈو مجکو مرحمت ہوا۔ اور بقیہ حاضرین کو تقسیم کر دیئے گئے۔

پھر فیضو شاہ صاحب مجکو اس مکان میں لائے جو درگاہ کے نام سے موسوم اور آستانہ وارثی سے تقریباً سو گز کے فاصلہ پر تھا۔ یہ درحقیقت ایک خانقاہ تھی اور درگاہ کے نام سے اس لئے مشہور ہے کہ شاہ ولایت حضرت محمد عبدالمنعم قادری گنج المعرفت قدس اللہ سرۃ العزیز کا یہان مزار اقدس ہے جس کے سجادہ نشین اس وقت شاہ فضل حسین صاحب تھے۔ جن کو علاوہ اس شرف کے جناب حاجی صاحب قبلہ کی غلامی۔ اور خدمت کا مخصوص اعزاز بھی حاصل تھا۔

درگاہ مین اسباب رکھ چکا تو اس وقت فیضو شاہ صاحب سے اپنی دلی تمنا کا اظہار کیا کہ حلقہ غلامان وارثی مین داخل ہونا چاہتا ہون۔ فیضو شاہ صاحب پھر

مجکو آستانہ وارثی پر واپس لائے۔اور جب دالان کے قریب پہونچا تو سنا کہ سرکار عالم پناہ نے ایک خادم سے (جن کا نام بعد کو معلوم ہوا کہ قاضی بخشش علی تھا) فرمایا کہ ''یہ خانصاحب بچھرایون سے مرید ہونے آئے ہین''۔قاضی صاحب نے مجکو دیکھ کر عرض کیا کہ لجئیے وہ خود آ گئے۔اور ادھر فیضو شاہ نے دیہاتی لہجہ مین عرض کیا۔''حجو ر یہ مرید ہونے کو کہت ہین''۔اس رہنمائے کامل نے یہ بندہ نوازی فرمائی کہ اسی وقت میری دستگیری کی اور ارشاد ہوا کہ'' کہو ہاتھ پکڑتا ہون پیر کا۔پنجتن پاک کا۔خدا رسول کا۔'' استغفر الله ربی من کل ذنب و خطیتہٖ و اتوب الیہ''مین نے حرف بحرف ہر جملہ کا اعادہ کیا۔بعدہ ارشاد ہوا'' جاؤ ٹھہرو۔مرید ہو گئے''۔

مین قدمبوس ہو کر پھر درگاہ مین آیا۔اور اپنے بستر پر لیٹ رہا۔مگر یہ تخیل ہوا کہ حسب ہدایت والد مرحوم مرید تو ہو گیا۔لیکن پیر صاحب شاید بیعت لینا نہین جانتے۔کہ عام جلسہ مین مرید کیا۔کیونکہ قبل اس کے دیگر بزرگون کو خلوت مین مرید کرتے دیکھا تھا اور اسی کو مین صحیح طریقہ بیعت جانتا تھا۔

مین اس توہم مین مبتلا تھا کہ ناگاہ شاہ فضل حسین صاحب نے (جو روضۂ انور کے چبوترہ پر ایک مولوی صاحب سے باتین کر رہے تھے) مجکو پکارا مین فوراً حاضر ہوا تو صاحب ممدوح نے ناصحانہ لہجہ مین فرمایا کہ خانصاحب تم نے فقیر دیکھے نہین ہین۔البتہ تمھارے والد جانتے تھے۔جو تم کو یہان بھیج گئے۔خانصاحب یہان اصل فقیری ہے اور صحیح طریقہ بیعت بھی یہی ہے۔

موصوف الصدر کی اس تقریر کا میرے دل پر گہرا اثر ہوا۔اور دفعتاً وہ خدشات باطلہ میرے قلب سے رفع ہو گئے۔اور اب یہ خیال ہوا کہ جب یہان کے مرید کا یہ حال ہے کہ میرے خواطر پر مطلع ہو کر آن واحد مین تصفیہ باطنی کیا۔تو پیر کی کیا شان ہوگی۔اور اپنے غلامون کی اصلاح وہ کس خوبی سے کرتے ہون گے۔واقعی فضل الٰہی شامل

حال تھا کہ مجھ پُر گناہ کو ایسے حقائق آگاہ کی غلامی کا شرف حاصل ہوا۔ جو درحقیقت فقیر اکمل اور مرشد لاثانی ہے۔ بلکہ نادم ہوا کہ جب میرے مافی الضمیر سے اسی طرح بلکہ اس سے بہت زیادہ خبردار ہین تو۔ ع۔ اب منہ دکھانے کی کوئی صورت نہین رہی۔

بلکہ مجکو متحیر دیکھ کر شاہ صاحب نے فرمایا کہ خان صاحب تم نے جو خواب دیکھا تھا وہ سانپ یہی تمھارے خیالات ہین۔ اور چاقو ہماری یہ نصیحت ہے۔ یہ سنکر میرا خیال اور پختہ ہوگیا۔ کہ لاریب یہ بڑی جگہ ہے۔ اور اس بارگاہ عالی کے غلام ایسا بلند مرتبہ رکھتے ہیں کہ جب ارادت کا صرف خیال تھا۔ اس وقت سے یہ لوگ میرے ممدومعاون ہین لیکن افسوس میری نادانی کا یہ نتیجہ ہے کہ اس وہم باطل نے ایسا ذلیل کیا کہ جس کی تلافی اب ناممکن معلوم ہوتی ہے۔

چنانچہ خجالت سے سر جھکالیا۔ اور شاہ صاحب کے سامنے سے شرمندہ ہوکر اپنے بستر پر آیا۔ ہرچند شوق زیارت نے بار بار تحریک کی مگر وفور ندامت سے پیشوائے برحق کے حضور مین حاضر ہونے کی جرأت نہ ہوئی۔ اور شام تک یہ حالت رہی کہ جب اپنا قصور یاد آیا۔ تو مغموم ہوا۔ اوران کی کریمانہ بخشش کا خیال ہوا تو عفو تقصیر کی امید مین یہ عرض کرتا تھا۔

اے شہنشاہِ بلند اختر خدارا ہمتے

تابوسم ہمچو گردون خاکِ ایونِ شما

قریب مغرب پھر صاحب ممدوح الصدر نے فرمایا کہ خانصاحب تم سرکار مین کیون نہین گئے۔ مین نے عرض کیا کہ اپنے خیال فاسد کی وجہ سے خائف اور نادم ہون۔ اور اپنی مذموم غلطی کے باعث سمجھتا ہون کہ اب اس پاک اور مقدس ذات کے سامنے جانے کے لائق نہین رہا۔ شاہ صاحب نے فرمایا کہ خانصاحب مایوس نہو۔ ہم لوگ

Scanned with CamScanner

ذرہ صفت اور وہ باعظمت اور آفتاب منزلت ہین۔ ہم کو مثل تالاب کے سمجھو جو تھوڑے پانی مین ابل پڑتے ہین۔ ان کو بحر ذخار ناپیدا کنار جانو۔ ہم خطا شعار ہمیشہ نافرمانی کرتے ہین مگر وہ اپنی مہربانی سے درگزر فرماتے ہین۔ تمہاری غلطی کا داغ تمہارے اس آب ندامت نے دھودیا۔ اب نہ ڈرو جاؤ۔ اور ضرور جاؤ۔ اور مطمئن رہو۔ امید ہے کہ وہ بندہ نواز ضرور تمہارا قصور نظرانداز فرمائیگا۔

مجکو اپنے شفیق ناصح کے اس ارشاد سے یہ ہمت بندھی کہ لرزان و ترسان آستانہ وارثی پر حاضر ہوا۔ اور قصوروار غلام کی حیثیت سے قدمبوسی کی۔ اس وقت جناب حضرت نے یہ شان محبوبیت دکھائی۔ کہ متبسم لبون سے فرمایا ''صبح کو چلے جانا''۔ مین نے بکمال ادب یہ عرض کیا کہ ابھی جانے کو دل نہین چاہتا آیندہ جو حکم ہو۔ حضور خاموش ہو گئے اور پھر پانچ روز تک آستانہ اقدس پر حاضر رہا۔

جب حضور نے رخصت فرمایا تو ارشاد ہوا کہ ''شوال مین شاہ ولایت کے عرس مین آنا''۔ چونکہ اس عرصہ مین مجکو یہ معلوم ہو چکا تھا کہ میلئہ کاتک جو سرکار عالم پناہ کے حکم سے قائم ہوا ہے اس کو صرف پندرہ روز باقی ہین۔ اور شوق کا تقاضا تھا کہ جلد حاضر ہون۔ اس واسطے دست بستہ عرض کیا کہ حضور تمنا یہ ہے کہ اس غلام کو میلہ مین طلب فرمایئے۔ جناب حضرت نے شاید میری مالی حالت کے لحاظ سے پھر وہی فرمایا کہ ''شوال کے عرس میں آنا''۔ اور میری زبان سے اضطراری حالت مین پھر وہی نکل گیا کہ بندہ نواز اس غلام کو میلہ مین طلب فرمایئے۔ چنانچہ اس مرتبہ اس جامع حلم و کرم نے عجیب شان سے مسکرا کے یہ فرمایا کہ ''اچھا۔ جاؤ۔ ضرور میلہ مین آنا''۔

مین قدمبوس ہو کر ۳ر جمادی الاولی کو بچھرایون واپس آیا۔ اور اسی روز سے دوسرے سفر کے لئے انتظام کرنے لگا۔ ہر وقت یہی خیال تھا کہ اس جمال جہان آرا کی دید کب

نصیب ہو۔ خصوصاً جب دو تین دن روانگی کے باقی رہے۔ تو اضطراب کی یہ حالت تھی کہ ایک ساعت ایک دن اور ایک دن ایک سال معلوم ہونے لگا۔ بقول۔

ماہم این ہفتہ شد از شہر و بچشم سالیست
حال ہجران تو چہ دانی کہ چہ مشکل حالیست

آخر وہ دن بھی آ گیا کہ معمولی اسباب لیکر بچھرایون سے روانہ ہوا۔ اور ۱۴ ار جمادی الاولیٰ ۱۳۱۴ ہجری کو جو افتتاح میلہ کی تاریخ تھی دیویٰ شریف پہونچ گیا۔ اور بعد حصول سعادت قدمبوسی مجکو حکم ہوا کہ "درگاہ مین قیام کرو"۔ کیونکہ یہ امر خصوصیات عادات مین ہے کہ حضور نے وضعداری کا لحاظ ہمیشہ فرمایا۔ جس کا ذکر آپ کے ملفوظات مین بوضاحت منقول ہے۔ اور چونکہ مزاج ہمایون کا انداز یہی تھا اس لئے غلامون کو بھی متواتر وضعداری کی ہدایت ہوئی۔ بلکہ جس نے کسی امر مین اگر پابندی کی تو اُس سے آپ خوش بھی ہوئے۔ اور اس کو وضعدار کا خطاب بھی مرحمت ہوا۔ اور خود تو وضعداری کو اس درجہ پسند فرمایا تھا کہ اگر کوئی معمولی بات بھی کبھی وقوع پذیر ہوئی تو اس کے لئے یہ اہتمام ہوتا کہ آئندہ جب اس کا موقع آیا تو اس کو اسی صورت سے کیا جاتا تھا جس شکل سے وہ ابتدا مین ہو چکی ہے مثلاً کسی شہر یا قصبے مین جس کے مکان پر آپ پہلی مرتبہ قیام پذیر ہوئے۔ پھر ہمیشہ کے واسطے یہ دستور ہو گیا کہ جب وہان تشریف لے گئے تو اس کے مہمان ہوئے۔ بلکہ دیہات کی سیاحت مین یہ دیکھا ہے کہ کسی درخت کے سایہ مین کبھی قیام یا استنجیہ کیا یا کسی کوئین کا پانی نوش فرمایا۔ تو جب اس راستہ سے گذر ہوا تو اسی درخت کے سایہ مین ضرور ٹھہرے۔ یا استنجا کیا۔ یا اس کوئین کا پانی قلیل ہی سہی مگر نوش فرمانا لازمی تھا۔ یا جس کسی کے ساتھ جو مراعات ایک مرتبہ کی گئی وہ ہمیشہ اس موقع پر کی جاتی تھی۔ علیٰ ہذا آستانہ اقدس پر جو مہمان آیا۔ اور جس کے قیام کے واسطے جو جگہ پہلی مرتبہ تجویز ہوتی تھی۔ پھر ہمیشہ اس مہمان کا قیام اسی مکان مین ہوتا تھا۔ لہذا پہلی مرتبہ چونکہ مین درگاہ مین رہا تھا اس اعتبار سے میرا استحقاق ہو گیا کہ جب حاضر ہون

تو درگاہ مین رہون۔ چنانچہ حسب الحکم درگاہ مین بستر لگایا۔ اور دیکھا کہ بعض اخوان ملت مجھ سے پہلے آ چکے ہین۔ اور بعض میرے بعد آئے۔ حتیٰ کہ میلہ بھر گیا۔ اور ہر طبقہ کے لوگ ۱۵ ارتاریخ تک جمع ہو گئے۔ جسمین کاشتکار اور ادنیٰ درجہ کے زمیندار بھی تھے۔ اور رئیس اور تعلقدار بھی۔ فقیر و درویش بھی۔ عالم و فاضل بھی۔ وکیل و بیرسٹر بھی۔ اہل عملہ بھی۔ ڈپٹی اور سب جج بھی۔ غرض امیر و غریب بھی۔ ادنیٰ و اعلیٰ جوق جوق اطراف و جوانب سے آئے۔ اور آستانہ وارثی پر ان مختلف مذاق والونکا ایک مقام پر اور باہمی اتحاد کے ساتھ بغیر کسی امتیاز کے یہ ایسا مخصوص مجمع تھا کہ رنگارنگ پھولون کا گلدستہ معلوم ہوتا تھا۔

قرینہ ہے کہ جس طرح اس مجمع کے ہر فرد کی ظاہری وجاہت اور حیثیت جداگانہ تھی اسی طرح ان کی واردات اور استعداد باطنی بھی ضرور مختلف ہوگی۔ لیکن تعجب یہ ہے کہ باوجود اس اختلاف طبائع کے ایک خیال مین یہ پورا مجمع ایسا متحد تھا جس کی نظیر ملنا دشوار بلکہ قریب محال کے ہے۔ کہ ہر شخص دنیاوی اغراض سے قطعی محترز اور شمع جمال وارثی کا پروانہ تھا۔ اور ہمہ تن کوشان تھا کہ کوئی خدمت مین ایسی کرون جس سے حضور محظوظ ہون۔

چونکہ قبل اس کے مین نے دیکھا نہ تھا کہ کسی بزرگ کے جملہ مرید اس کے ایسے شیفتہ ہون اور بغیر کسی غرض کے اس کی ایسی خدمت اور دلجوئی کرین کہ ان کی حیثیت سے بہت زیادہ ہو بلکہ سنا بھی نہ تھا کہ فلان پیر کے تمامی حلقہ بگوش اس کے فریفتہ ہین۔ اور صرف خوشنودی مزاج سب کا نصب العین ہے۔ اسواسطے غلامان وارثی کی یہ محویت دیکھکر مجکو حیرت ہوئی اور اس نظارہ سے میرے فہم وادراک مین اس قدر اہتزاز بھی ہوا کہ سکون قلب مین گونہ اشتعال اور طبیعت مین خودرفتگی کے آثار نمایان ہونے لگے۔ مگر شوق مین یک سوئی ضرور پیدا ہوگئی کہ بخبر جمال وارثی کوئی دوسری صورت تسکین بخش اور دل آویز نہ رہی۔ بقول

بخت خواب آلود ما بیدار خواہد شد مگر
زانکہ زد بر دیدہ آبے روئے رخشانِ شما

اور دل مین خواہش یہ پیدا ہوئی کہ اپنے یوسف جمال پیشوا کے جان نثار غلامون مین اگر میرا بھی شمار ہو جائے تو بیڑا پار ہے۔ ہر چند عاشقان سرفروش کی مثل بے خود و مد ہوش ہو جانا تو مجھ افسردہ دل کے لئے ناممکن ومحال ہے۔ لیکن در دولت کا جاروب کش بھی ہو جاؤن تو یہ موقع ہاتھ آئے کہ خاک پائے محبوب کو کحل البصر بناؤن۔ بقول

گر دست دہد خاکِ کفِ پائے نگارم

بر لوح بصر خط غبارے بنگارم

اس اہتزاز کا ظاہری نتیجہ یہ ہوا کہ بعض حرکات خلاف عادت ایسے بھی سرزد ہوئے کہ جن کے وقوع سے خود مجکو شرم وندامت ہوتی تھی۔ لیکن اسی کے ساتھ یہ کیفیت ہوگئی کہ جس چیز کو حضور کے ساتھ منسوب پایا اس سے دلبستگی ہوتی تھی۔ چنانچہ ۱۵ ر تاریخ کو میلہ دیکھنے شاہ اویس گیا یہ مقام آستانہ وارثی سے قریب دو فرلانگ کے ہے۔ علاوہ دیگر تماشون کے وہان یہ کرشمہ بھی دیکھا کہ ایک ارادتمند حضور کی خدمت مین تہبند پیش کرنے جاتا ہے۔ مگر شان یہ ہے کہ باجہ اور قوالی کے علاوہ ہزارون آدمیون کا مجمع بھی ہمراہ ہے۔ چونکہ اس مجمع کو حضور سے خاص نسبت تھی لہذا مجکو بھی دلچسپ معلوم ہوا۔ اور تہبند کے ساتھ جب قریب آستانہ اقدس پہونچا تو دفعتاً یہ ہوش آیا کہ تم سرفروش غلامون کے دوش بدوش رہنے کی متمنی بھی ہو اور بلحاظ مشرب اس کا بھی دعویٰ ہے کہ۔

من قبلہ راست کردم بر سمت خوش ادائی

عریان سرے چو ماہ و شوخے برہنہ پائی

لیکن یہ نہیں سوجھتا کہ ارض پاک پر جوتہ پہنکر چلنا۔ اور پیشوائے برحق کے حضور مین ٹوپی پہنکر جانا صریح بے ادبی اور بہت بڑا قصور ہے۔

چونکہ افضال وارثی شامل حال تھا۔ میرا یہ خیال پختہ ہوگیا۔ اور اسی وقت جوتہ بھی وہین چھوڑ دیا اور ٹوپی بھی پھینکدی۔ اور اس مجمع کے ہمراہ سرکار عالم پناہ کے حضور مین

Scanned with CamScanner

حاضر ہوا۔اور جب وہ تہبند پیش ہوگیا۔تو مین اسی ہئیت گدائی سے درگاہ آیا۔شاہ فضل حسین صاحب سے اپنی انتشاری کیفیت اور اضطراری حالت بیان کی۔کہ اب انتظار کی طاقت نہین۔دل بیقرار کا بار بار یہی اصرار ہے۔

بزن بسنگ ملامت زجاجہ ناموس

بکوی عشق بریز آب روی تقوی را

لہٰذا حسب ہدایت والد مرحوم پہلے سے بھی مصمم ارادہ تھا۔لیکن آج مستقل طور پر یہی تمنا ہے کہ سرکار عالم پناہ کا فقیر ہو جاؤن۔ گو عمر کے لحاظ سے مجکو تجربہ بہت کم ہے۔مگر روزمرہ کے واقعات دیکھ کر کہ دنیا بے ثبات اور تعلقات دنیا بیکار بلکہ باعث آزار ہین بقول

جہان وکار جہان جملہ ہیچ در ہیچ است

ہزار بار من این نکتہ کردہ ام تحقیق

شاہصاحب موصوف نے فرمایا کہ ہنوز عنفوان شباب ہے۔تہبند پوش ہونے کا ارادہ نہ کرو۔لیکن جب مین نے اصرار کیا تو ممدوح نے رحیم شاہ صاحب کو بلا کر کہا کہ یہ تہبند کے طلبگار ہین۔وہ سرکار مین گئے۔اور واپس آکر کہا کہ حضور فرماتے ہین کہ "ابھی نہین یہ لڑکے ہین"۔

یہ پنجشنبہ کا واقعہ ہے کہ میری درخواست بارگاہ وارثی مین نامنظور ہوئی۔تو مایوس ہوا۔لیکن اضطراب قلب سے تمام شب بیقرار رہا۔کبھی والد مرحوم کی برزخ قائم ہوگئی۔تو انسے عرض کیا کہ یہ عبد ذلیل ہنوز آپ کی ہدایت کی تعمیل نہ کرسکا۔مجبور ہون کہ سرکار عالم پناہ منظور نہیں فرماتے۔اور کبھی بکمال خضوع حضور اقدس سے رجوع کی۔

منتظر از ابہ لب آمد نفس

اے زتو فریاد تو فریاد رس

Scanned with CamScanner

بادشاہا۔ تو پنجتن پاک کا یادگار اور قائم مقام ہے۔ اور وارث عالم تیرا نام ہے۔ تیرے چشمہ فیض وانعام سے خاص و عام ہمیشہ فائز المرام ہوئے۔ لیکن افسوس یہ غلام شومئی قسمت سے ہنوز محروم و ناکام ہے۔ بقول۔

بست شکر بہ مستان داد و چشمت مئے بہ میخواران

منم کز غائیت حرمان نہ باآنم نہ با اینم

حتیٰ کہ جمعہ کا دن اسی حالت مین گذرا کہ ننگے سر پا برہنہ پریشان پھرتا رہا۔ مگر آٹھ بجے شب کو بخت خوابیدہ بیدار ہوا کہ رحیم شاہ صاحب آئے۔ اور شاہ فضل حسین صاحب سے کہا کہ بھائی وہ خانصاحب کہان گئے۔ سرکار ان کو بلاتے ہین اس وقت مین جنوبی دالان مین کسی کتاب کا مطالعہ کر رہا تھا۔ کہ یہ مژدہ سنکر مسرور ہو گیا۔ اور دل مین کہا کہ بڑا خوش نصیب ہون کہ میرے بندہ نواز نے مجکو یاد فرمایا۔ بقول۔

شکر خدا کہ از مددِ بخت کارساز

برحسب مدعاست ہمہ کاروبار دوست

اسی وقت شاہ فضل حسین صاحب نے مجکو بلا کر فرمایا کہ تہبند لیکر جاؤ۔ مین فوراً تہبند معہ لنگوٹ اور رومال کے لیکر بارگاہ وارثی مین حاضر ہوا۔ دیکھا کہ کمرہ مین حضور کے پاس رحیم شاہ۔ نور محمد شاہ۔ قاضی بخشش علی۔ اور بادشاہ حسین خان حاضر ہین۔ مین نے تہبند پیش کیا۔ جناب والا نے وہ تہبند زیب جسم فرمایا۔ اور اپنا مستعمل تہبند ولنگوٹ مجکو مرحمت فرما کر ارشاد ہوا کہ ''باندھ لو''۔ اور نور محمد شاہ سے خطاب ہوا کہ ''ان کو لنگوٹ کی گرہ بتا دو''۔ چنانچہ جس وقت وہ لنگوٹ اور تہبند باندہ کر قدمبوس ہوا تو ہیبت حق سے مجکو پسینہ آ گیا۔ حضور نے تبسم فرمایا۔ اور ارشاد ہوا کہ ''بادشاہ حسین یہ فقیر کا بیٹا ہے۔ یہان اگر نہ آتے تو قیامت مین کھنچے پھرتے۔ آج سے اس کا نام اوگھٹ شاہ ہے''۔ اور مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ ''سوال نہ کرنا۔ اور مونڈھے۔ کرسی۔ تخت۔ پلنگ پر نہ بیٹھنا۔

اور پھر ایون مین اپنے باپ کی قبر پر رہنا۔ اور کہین نہ جانا۔ جب آؤ تو یہین آؤ۔ کسی کے مکان پر ہمیشہ نہ رہنا''۔ پھر رحیم شاہ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ۔ ''ان کو تعلیم کر دو''۔ رحیم شاہ نے عرض کیا کہ مین اس لائق کہان۔ تب حضور نے مجھ سے فرمایا کہ۔ '' جاؤ تم کو تعلیم کی ضرورت نہین۔ تم فقیر کے بیٹے ہو اور اب ہمارے فقیر ہو گئے''۔ اور پھر اسی جملہ کو بادشاہ حسین خان سے بھی یون فرمایا کہ۔ '' یہ فقیر کے بیٹے ہین اور اب یہان فقیر ہو گئے۔ ان کو رموز فقر کی تعلیم ضروری نہین۔ ان سے خطا ہی نہ ہو گی''۔ اور مجھ سے ارشاد ہوا۔ '' جاؤ محبت رکھنا وہان تو بہت مرید ہین''۔ مین قدمبوس ہو کر درگاہ مین آیا۔ تو مجھے تہبند پوش دیکھکر شاہ فضل حسین صاحب بہت خوش ہوئے۔

صبح کو حاضر ہوا تو عرض کیا کہ والد کی قبر ایک غیر آباد مسجد کے احاطہ مین ہے۔ جسمین حجرہ بھی نہین۔ سرکار عالم پناہ نے فرمایا۔ '' کہ کوئی رہے یا نہ رہے تم جا کر وہین رہو۔ اور وہی تمہارے لئے حجرہ ہے۔ جسوقت حجرہ بن جائیگا۔ بن جائے گا۔ کوئی نہین روک سکتا ہے''۔ اور بعد چند ساعت کے ارشاد ہوا۔ '' اب جاؤ۔ سیر کرو''۔

اس فرمان وارثی کے آخری حصہ کا مفہوم مین یہ سمجھا کہ سیر کرنے سے تماشا دیکھنا مقصود نہین۔ بلکہ مشاہدات خلق سے معلومات حاصل کرنا ہے۔ چنانچہ اس روز مین نے یہی کام کیا۔ کہ پہلے معمر فقرائے وارثی سے ملا۔ اور گہری نظر سے ان کا طریق معاشرت دیکھا۔ اور ان کے نصائح بگوش دل سنے۔ اور ان سے سرکار عالم پناہ کے وہ حالات و واقعات معلوم ہوئے جو میرے واسطے مکمل دستور العمل کا حکم رکھتے تھے۔

علیٰ ہذا ایسے اخوانِ ملت سے بھی ملاقات ہوئی جن کو قدامت کا شرف حاصل تھا۔ اور حاضر باش تھے۔ ان سے آستانہ اقدس کے وہ قواعد معلوم ہوئے جن کی تعمیل حاضرین کو مفید اور لازمی تھی۔ اور اوقات حاضری اور خدام خاص کے نام بھی انھین نے بتائے۔ اور انہین نے خوشنودی مزاج کے ظاہری طریقے سمجھائے۔ اور وہ امور جو

Scanned with CamScanner

مشربی لحاظ سے ممنوع تھے ان سے بھی آگاہ کیا۔
غرض اس تبادلہ خیالات سے مجھے کسی قدر مشربی معلومات بھی ہوگئی۔ اور اس کا اندازہ تو بخوبی ہوگیا کہ طریق وارثی عین عشق اور غلامان وارثی کا سرمایہ ناز صرف محبت ہے اور جملہ حلقہ بگوش بقدر حیثیت واستعداد محبت کا جوش ضرور رکھتے ہین۔ اور ان کی ترقی ان کے اخلاص پر منحصر ہے۔ بلکہ ان کے ریاضات وعبادات بھی اصولاً محبت ہی سے ماخوذ ہین۔

الغرض سترہ تاریخ کا پورا دن برادران طریقت کی ملاقات وصحبت میں گذرا۔ بعد مغرب دیکھا کہ بارگاہ وارثی مین غیر معمولی روشنی ہے اور مخصوص ارادتمند مجتمع ہین۔ تھوڑے عرصہ مین حضور اپنے اسی بستر پر بیٹھ گئے۔ اور آپ کے سامنے چند منٹ قوالی ہوکر حضرت سید قربان علی شاہ صاحب قدس سرہ العزیز کا قل ہوا۔ اور مابعد آتشبازی چھوٹی جس کا مفہوم یہ تھا کہ میلہ ختم ہوگیا۔

رات کو مین درگاہ مین آکر سو رہا۔ صبح کو آستانہ اقدس پر حاضر ہوا تو دوسرا منظر تھا کہ کوئی اپنا اسباب باندھنے مین مصروف۔ کوئی سواری کے لئے کوشان۔ غلامان وارثی اپنے آقائے ذی مرتبت سے رخصت ہوکر جوق جوق آرہے ہین۔ اور آپس مین ملکر ایک دوسرے کو الوداع کہتا ہے۔

حتیٰ کہ مجکو بھی نور محمد شاہ خادم خاص نے رخصت کرایا۔ اس وقت ارشاد ہوا۔ ''ان کو کھڑاؤن کے لئے دام دیدو''۔ خادم نے چار آنہ مجکو دیئے۔ پھر فرمایا کہ۔ ''رومال کے لئے بھی پیسے دیدو''۔ چنانچہ چار آنہ رومال کیواسطے بھی پائے۔ پھر ارشاد ہوا کہ ''تمہارے مکان سے ریل کتنی دور ہے''۔ مین نے عرض کیا کہ بیس کوس۔ اور اونٹ گاڑی سے جاتے ہین۔ فرمایا کہ ''اونٹ گاڑی کا کرایہ بھی ان کو دیدو''۔ غرض نو آنہ کرایہ گاڑی بھی مجکو مل گئے۔ اور قدمبوس ہوکر رخصت ہوا۔

Scanned with CamScanner

مراد آباد مین آ کر رومال لے لیا۔ اور کھڑاؤن بھی خرید کی۔ لیکن کھانے کے واسطے ایک پیسہ بھی نہین دیا گیا تھا۔ اس لئے تیسرا فاقہ تھا۔ جو بچھرایون پہونچا۔ اور بموجب ہدایت سید ہا مسجد سہراب شاہ مین گیا۔ یہ مسجد بستی کے باہر اور شکستہ ہونے کی وجہ سے غیر آباد تھی۔ جس کے اُفتادہ حصار مین دروازہ بھی نہ تھا۔ صحن مین بکثرت گھانس اور خود رو درخت تھے۔ اس خوف سے نہ کوئی اس مین نماز پڑھتا تھا۔ نہ اذان ہوتی تھی۔ مگر مین نے جا کر پہلا کام یہی کیا کہ اذان دی اور خس وخاشاک صاف کرانا شروع کر دیا۔

یہان ایک خدشہ یہ ہوسکتا ہے کہ ہمارے وارث دارین نے رومال اور کھڑاؤن کی خریداری اور اونٹ گاڑی کے کرایہ کے واسطے تو ایک روپیہ سے زیادہ مرحمت فرمایا۔ لیکن خورد ونوش جو انسان کی ضروری حاجت ہے۔ اس کے مصارف کے لئے ایک پیسہ بھی نہین دیا۔ حالانکہ کھڑاؤن کا فوراً خرید کرنا چندان ضروری نہین معلوم ہوتا۔ کچھ روز ننگے پاؤن پھر سکتا تھا۔ علی ہذا اونٹ گاڑی کا کرایہ۔ اس کی بھی ایک فقیر کے واسطے حاجت یون نہ تھی کہ پیدل چلتا۔ جیسا بعد مین بار ہا ہوا۔ خصوصاً رومال جس کا ہونا اور نہ ہونا مساوی ہے۔ لیکن با اینہمہ ان غیر ضروری چیزون کا خیال تو اس اہتمام سے فرمایا۔ مگر کھانا جسکا انتظام لازمی تھا اور جس پر انسان کی زندگی کا دارومدار ہے اس اہم حاجت کا لحاظ نہ کیا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ تین فاقہ راستہ مین اور چار فاقہ بچھرایون پہونچکر مسلسل ہوئے۔ لہذا اگر یہ کہین کہ سہواً ایسا ہوا تو ہمارے عقائد کے منافی ہے۔ اور اگر عمداً کہا جائے تو باعتبار بشریت ہم دریافت کرین کہ اس مین کیا مصلحت تھی۔

میرا خیال یہ ہے کہ مصلحت وارثی سے کماحقہ آگاہ ہونا تو محال ہے۔ لیکن بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے مشربی دستور العمل مین پہلی اور لازمی شرط توکل ہے۔ اور ہر چند متوکل کے جملہ حاجات محول بخدا ہوتے ہیں۔ مگر نظر غائر سے دیکھا جائے تو حاجات کے بھی اقسام ہین۔ بعض حاجتیں ایسی ہین جن کی انسان کو ضرورت تو ہوتی ہے۔

Scanned with CamScanner

لیکن فوراً اُن کا سامان فراہم نہ ہونے سے مضطر و بیقرار بھی نہین ہوتا۔ البتہ رزق۔ حیات انسان کے واسطے ایسی مخصوص چیز ہے۔ جس کی ہر فرد بشر کو روزانہ حاجت ہوتی ہے اور یہ حاجت ایسی اہم اور خیالات کو منتشر اور متزلزل کرنے والی ہے کہ جس کی تلاش مین اکثر غیر خدا کی بھی استعانت چاہتا ہے۔ اور پھر اس اضطرار سے زمرۂ متوکلین مین اس کا شمار نہین رہتا۔ اور اگر فضل الٰہی شامل حال ہے۔ کہ یہ حاجت پیش آنے پر پائے استقلال کو لغزش نہ ہوئی۔ اور انسان صابر و قانع رہا تو وہی انسان درحقیقت انسان اور صاحب ایمان و ایقان ہے۔ کیونکہ حکم خداوندی۔ " فَتَوَکَّلُوا ان کُنتُم مُئومِنِین "۔ کی وہ تعمیل کرتا ہے۔

اسی واسطے پیشوائے برحق نے اپنے فقرائے تہبند پوش کو اصل توکل کی متواتر ہدایت فرمائی ہے۔ کہ اپنے پیٹ کے واسطے کوئی انتظام نہ کرو۔ قسمت رازق العبد پر راضی رہو۔ چنانچہ آپ کے ملفوظات مین ہے کہ فقرا کو حضور نے بصراحت اس کی ہدایت فرمائی کہ بیطلب دعوت کا کھانا کھایا کرو۔ جس کا ذکر آیندہ بالتفصیل آئیگا۔

چنانچہ معلم حقیقی نے محض اپنی شفقت سے روز اول وہی سبق مجکو دیا جو کتاب العشق والمحبت کا پہلا باب ہے۔ اور جس کو یاد رکھنا واجب اور تمام عمر جس کی تعمیل کرنا میرا فرض عین تھا۔ یعنی پیٹ بھرنے کے واسطے کبھی کوئی چیز خرید نہ کرون۔ اور چونکہ قانون مشرب مین یہ شرط قطعی تھی تو ہادی کامل نے میرے واسطے اپنے اس حکم خاص کا عملدرآمد اسی روز سے مناسب تجویز فرمایا۔ جب تہبند دیکر مجکو دیوی شریف سے رخصت کیا۔

لہٰذا مین اپنے آقائے نامدار کے ہزار در ہزار احسانات مین سے پہلے اس احسان کا شکر ادا کرتا ہون کہ ہادی کامل نے کیسے خوبصورت پیرایہ مین سمجھا دیا کہ خورد و نوش کا انتظام مشرب فقرائے تہبند پوش کے منافی ہے۔ چنانچہ میرے رازق حقیقی نے مجکو ہمیشہ دعوت کا کھانا کھلایا۔ اور اتفاق سے اگر دعوت نہین ہوئی تو فاقہ نصیب ہوا جو اس کے مطبخ قدرت

Scanned with CamScanner

مین بہت بڑی نعمت ہے۔ اور الحمد اللہ کہ آجتک چو لھا بنانے کی نوبت نہین آئی۔ اور اسکا بھی شکرگزار ہون کہ پہلے میری دعوت اعزا اور احباب نے نہین کی بلکہ ایک غیر شخص کو اسکا خیال ہوا۔ باوجود کہ خاص عزیزوں کو میرا فقیر ہوکر آنا معلوم ہوا۔ مگر کھانا مجھ کو ایک جولاہے نے کھلایا۔ اس سے یہ بھی سبق حاصل ہوا کہ عزیزون سے اعانت کا خیال صریح دھوکا ہے۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ چار روز سے مسجد مین مقیم تھا۔ اور اس دوران مین کسی سے ملاقات اس وجہ سے نہین ہوئی کہ وہان کوئی آتا تھا۔ اور نہ مین مسجد سے باہر گیا ساتوان فاقہ تھا کہ عصر کے وقت اذان کی آواز سنکر آلہ بخش نُورباف نماز پڑھنے آیا اور مجھ سے دریافت کیا کہ میان صاحب آپ کا مکان کہان ہے۔ مین نے کہا پورب مین۔ لیکن بعد نماز کے جب اس نے بغور دیکھا تو عذرخواہ ہوا۔ اور فوراً جا کر مامون اشفاق حسین صاحب سے میرا حال بیان کیا۔ مامون صاحب نے میرے منجھلے بھائی ڈاکٹر قمرالدین کو بھیجا۔ جس وقت وہ مسجد مین آئے۔ مین احاطہ کی گھانس صاف کرر ہا تھا۔ بھائی صاحب نے کہا کہ یہ کیا صورت بنائی ہے۔ اگر ایسی فقیری کرنا ہے تو بچھرایون سے نکل جاؤ۔ پہلے تو مین خاموش رہا۔ جب بہ اصرار جواب طلب کیا۔ تو مین نے کہا کہ آپ تشریف لے جائیے۔ مجھے نہ عزت کا خیال ہے نہ ذلت کا ملال۔ بلکہ آپ سے بھی نہ کوئی واسطہ ہے نہ سروکار۔ الحمد اللہ کہ قید تعلقات سے رستگار ہوکر اب ننگ و ناموس سے کُلیۃً دست بردار ہون بقول

ناموس چند سالہ اجدادِ نیک نام
در راہِ جام و ساقی مہرو نہادہ ایم

بھائی صاحب نے فرمایا کہ تم کو شرم نہین آتی۔ مامون صاحب بلاتے ہین۔ گھر چلو۔ آرام سے رہو۔ اس ویران مسجد کا قیام باعث تکلیف بھی ہے۔ اور نام بھی

Scanned with CamScanner

بدنام ہو گا۔ مین نے کہا کہ بھائی میرے واسطے شاہی سے بہتر اس کوچہ کی گدائی ہے۔ جب تکلیف وراحت کا احساس نہین تو پھر نہ آپ کی شخصیت کا پاس ہے۔ اور نہ مامون صاحب کی ثروت سے فائدہ اُٹھانے کا ارادہ ہے۔ ہر چند کہ نہ مجکو فقر کا دعویٰ ہے۔ نہ متوکل ہونے کا مدعی ہون۔ البتہ اس ہفتہ مین یہ انقلاب ضرور ہوا کہ پہلے بدرالدین نام تھا اور اب بارگاہ وارثی سے اوگھٹ شاہ خطاب ملا۔ لہٰذا معاف فرمایئے۔ کہ مامون صاحب کا بھروسہ اس مقدس خرقہ کے خلاف ہے۔

بقول

گرچہ گرد آلودفقرم شرم باداز ہمتم　　گر بآبِ چشمۂ خورشید دامن ترکنم

منکہ دارم از گدائے گنج سلطانی بدست　　کے طمع در گردش گردون دون پرور کنم

بھائی صاحب نے جب یہ بےالتفاتی دیکھی تو مجبور ہوکر واپس گئے۔ اور رات کو اُسی نورباف نے میرے دعوت کی۔ اور پھر یہ سلسلہ ایسا جاری ہوا کہ ہفتہ مین شاید دور وز فاقہ ہوتا ہو ورنہ پانچ روز ضرور دعوت ہونے لگی۔ اور اس ویران مسجد مین رازق العباد نے میری پرورش کا یہ سامان کیا کہ لوگ میری تلاش مین آتے اور بہ اصرار تمام اپنے مکان پر لیجاتے۔ اور کھانا کھلاتے۔ بقول۔

بے مگس ہرگز نماند عنکبوت

رزق را روزی رسان پر مید ہد

لیکن جب سے میرا قیام مسجد مین ہوا۔ اور پانچون وقت اذان ہونے لگی۔ اور وضو کے لئے پانی بھی بھر دیا کرتا تھا۔ اور خس وخاشاک سے صحن اور احاطہ بھی پاک ہو گیا تھا تو بعض وقت وہ جولاہے جو مسجد کے قریب رہتے تھے آنے لگے۔ مگر مین نے یہ روش اختیار کی کہ بستی مین کسی سے ملنے نہین جاتا تھا۔ بلکہ زیادہ وقت مسجد کی خدمت یا احاطہ کی درستی مین صرف کرتا۔ اگر بہت دل گھبراتا تو جنگل کی طرف سے چھاندے پیر اور لطیف شاہ

اور چھڑیا پیر کے مزار پر گیا۔ یا حضرت شاہ ولایت کے آستانہ پر حاضر ہوا۔ اور پھر اسی طرف سے مسجد مین واپس آیا۔ اور شب کو جنوبی در کے سامنے سورہتا تھا۔

اسی طرح سے جب پانچ ماہ سے زیادہ گذر گئے اور حضرت شاہ ولایت کے عرس کا زمانہ قریب آیا تو مین نے پھراون سے خدا کے بھروسہ پر پیدل سفر کیا۔ بقول

ہمتم بدرقۂ راہ کن اے طائر قدس

کہ دراز است رہ مقصد و من نو سفرم

اور بعد قطع منازل ۱۴ رشوال ۱۳۱۴ ہجری کو دیوئی شریف پہونچا۔ پہلے آستانہ وارثی پر حاضر ہو کر قدمبوس ہوا۔ اور حسب دستور جناب حضور نے وہی فرمایا کہ درگاہ مین قیام کرو۔ چونکہ واقف ہو چکا تھا اس لئے بغیر کسی کی رہنمائی کے مین درگاہ مین آیا اور شاہ فضل حسین صاحب سے ملا۔ شاہ صاحب نے بکمال شفقت مجکو مہمان کیا۔

چونکہ شاہ صاحب رئیس اور قصبہ کے نمبر دار تھے۔ اور آبائی جائداد و زمینداری آپ کے قبضہ مین تھی۔ اس لحاظ سے موصوف ذی وجاہت اور سربرآوردہ شخص تھے۔ اور یون تو عموماً ہر ایک کام شاندار ہوتا تھا۔ لیکن عرس حضرت شاہ ولایت صاحب ہمیشہ اپنے بہت کشادہ پیشانی سے کیا۔ جس مین باورچیخانہ کا انتظام بہت وسیع پیمانہ پر ہوتا تھا علاوہ اُن کے مہمانون کے آستانہ وارثی کے بھی جملہ مہمان تا اختتام عرس اُنھین کے مہمان ہوتے تھے۔ قطع نظر اس کے رفاعی اور سہروردی آزاد فقراء کی کثیر جماعت آتی تھی۔

جس کے ہر فرد کو حسب دستور دو کھانے روزمرّہ دیئے جاتے تھے۔ اور جملہ دوکاندارون کو کھانا ملتا تھا۔ اور بطور تبرک بستی کے تمام مسلمانوں کو کھچڑی تقسیم ہوتی تھی۔ اور بعد پانچروز کی مہمانداری کے ۱۶ رتاریخ کو بھنڈارے کی ایک تقریب ایسی معین ہے۔ جس کا صرفہ بھی کم نہین ہر چند یہ بھنڈارا اُنھیں آزاد فقرا کے لئے ہوتا ہے۔ مگر یہ دیکھا کہ حسب مدارج اُن کے حصّون کی تعداد بھی معین تھی۔ کسی کو دس کسی کو پانچ کھانے دیئے جاتے تھے۔ علیٰ ہذا قوال

بھی زیادہ آتے تھے۔اور اُنکا بھی بجائے خود ایک معقول خرچ تھا۔

حالانکہ بظاہر شرکت عرس کے لئے حاضر ہوا تھا۔مگر مقصود میرا صرف حضرت وارث پاک کی زیارت تھی۔اور وہ نصیب ہوئی۔ بلکہ اس موقعہ پر بعض ایسے اخوان ملت سے بھی ملاقات ہوگئی۔جن سے پہلے نہین ملا تھا۔اور یہ تو روز دیکھتا تھا کہ بلا قید مذہب پروانہ وار لوگ آتے تھے اور حلقہ غلامی مین داخل ہوتے تھے اور اُنکی استعداد کے لحاظ سے اُنکو ہدایت بھی ہوتی تھی۔اگر کسی کو پیشوائے برحق نے ذکر وشغل کا کوئی قاعدہ تعلیم فرمایا تو کسی کو حفظ اوقات کی تاکید ہوئی۔کسی کو گوشہ نشین کیا کوئی سیاحت عرب کے لئے بھیجا گیا۔ لیکن محبت کی ہدایت ہر فرد کو ضرور ہوتی تھی۔

جب عُرس ختم ہوا۔تو حضور نے ۱۷رشوال کو مجھے بھی رخصت فرمایا۔اور ارشاد ہوا کہ ''میلہ مین آنا''۔مین دیوئ شریف سے بچھرایون آیا۔اور بدستور سابق مسجد مین قیام کیا۔اور چھ ماہ کے بعد بغرض شرکت میلہ کاتک بچھرایون سے پیادہ پا چلکر ۱۴ر جمادی الاول ۱۳۱۵ھ کو دیوئ شریف حاضر ہوا۔

اس مرتبہ ایک کرشمہ یہ دیکھا کہ بعض حلقہ بگوش ایسے بھی آئے تھے۔جن کا ظاہری مذہب عیسوی تھا۔اور بعض یہودی بھی نظر آئے۔ بلکہ ایک آتش پرست مسمی دُوسابھائی بھی اسیر زلف وارثی دکھائی دیا۔لیکن اصولاً سب کا مشرب چونکہ عین محبت تھا اس لئے باہمی اتحاد مین کوئی تفریق نہ تھی۔جس طرح مسلمان محو نظارۂ جمال وارثی تھے۔اسی طرح ہندو۔عیسائی۔یہودی۔پارسی۔پروانہ صفت اُس شمع بزم احدیت پر نثار ہوتے تھے۔بقول

مسلمان وہندو وتر ساو گبر   زخاک درت جملہ افسر کنند
چو کافور وصندل ازان خاک پاک   بچشم اندر آرند ودبر سر کنند

اور پیشوائے برحق کی عنایت سب کے حال پر یکسان تھی اس طبیب باطنی نے

جس کے مرض کے مناسب جونسخہ تجویز فرمایا۔ وہ اس کوتفویض ہوا۔ چنانچہ میرے حق مین ۱۷رتاریخ کوسرکارعالم پناہ نے یہ ارشادفرمایا۔''تم بچھرایون نہ جاؤ۔ بلکہ اٹاوہ مین جا کر دریاکے کنارے رہو۔تمہارے پاس کسی کی ڈاک نہین ہے''۔ مین نے دست بستہ عرض کیا کہ غلام کوکیاعذر ہے۔ جوحکم ہو۔ لیکن پھر مصلحت وارثی نے اٹاوہ کا قیام کسی وجہ سے مناسب نہ جانا۔ اور ۱۸رتاریخ کو یہ فرما کرمجکو رخصت کر دیا کہ۔''تم بچھرایون جاؤ۔ تمہارے باپ فقیر تھے۔اُنھین کی قبر پر رہو''۔

چنانچہ مین قدموس ہو کر بچھرایون واپس آیا۔ اور پھر شوال ۱۳۱۵ ہجری مین بدستورحضرت شاہ ولایت کے عرس مین حاضرہوا۔اور ۱۸رشوال کوواپس آیا۔ بعدہٗ۱۴رربیع الثانی ۱۳۱۶ ہجری کو میلہ کاتک مین جب حاضری ہوئی تو علاوہ دیگر مشاہدات کے چند ضروری ہدایات سے مستفیض فرما کرحضور نے ۱۸رتاریخ کورخصت فرمایا۔

لیکن بچھرایون آ کر ایک ضرورت حاضری کی پیش آئی ۔اور خلاف دستور ۲۵ر جمادی الاول ۱۳۱۶ ہجری کوبچھرایون سے پیدل روانہ ہوا۔اور شاہجہان پورمین آ کرمعلوم ہواکہ سرکارعالم پناہ موضع بابو پور ضلع سیتاپورمین رونق افروز ہین۔ مین وہین حاضرہوا۔اور پانچ روزحضور نے وہان قیام فرمایا۔اسی دوران مین ایک شب مجکواپنی حالت پرافسوس ہوا۔ اورروکرعرض کرنے لگا۔

گدائے کوئے شمائیم وحاجتے داریم

رُوامدار کہ محروم ازآستان بردیم

صبح کوقدمبوسی کے لئے حاضرہواتو فرمایاکہ تم کیا کرتے ہو۔عرض کیاکہ حضورکا نام پاک وردمین ہے۔ ارشاد ہواکہ آج سے یہ ذکرکیا کرو جوہم بتاتے ہین۔ اوراُس کا قاعدہ معہ نشست وغیرہ کےتعلیم فرمایا۔

بابوپور سے جناب حضورموضع کبرامین بادشاہ حسین خان صاحب تعلقدار کے

Scanned with CamScanner

مکان پر تشریف لائے۔ مین بھی ہمراہ رکاب تھا۔ اور بھائی نعمت علی شاہ اور بھائی احد شاہ بھی
اس سفر مین ساتھ تھے۔ دوپہر کے وقت سرکار عالم پناہ نے بھائی احد شاہ سے فرمایا کہ۔ ''تم
دارجلنگ مین جا کر جنگل مین رہو''۔ اور مجھ سے یہ ارشاد ہوا کہ ''تم نیپال کے پہاڑ پر جاؤ۔
وہان تمھارے اور بھائی بھی ملین گے۔ اور راجہ کے یہان سے تمہارے پاس دال اور چاول
آئین گے۔ اور پتھر کے اوپر پتھر رکھ کر عارضی گھر بنالینا''۔

یہ حکم پا کر ہم دونون قدمبوس ہو کر رخصت ہوئے۔ ہنوز بستی سے تقریباً دو
فرلانگ باہر گئے ہون گے۔ کہ ایک شخص دوڑتا ہوا آیا اور کہا کہ حضور یاد فرماتے ہین۔ یہ
فرمان مراجعت پہونچا۔ تو واپس آئے۔ ارشاد ہوا کہ۔ ''کھانا کھا چکے ہو یا نہین''۔ عرض کیا
کہ ابھی نہین۔ فرمایا ''کھانا کھالو''۔ ہم دونوں کھانا کھا کر پھر حاضر خدمت ہوئے۔ اُس
وقت ارشاد ہوا کہ۔ ''کل جانا۔ ٹھہرو''۔

صبح کو نور محمد شاہ خادم خاص نے چھ روپیہ اور ایک تھان سفید نین سکھ کا مجکو
دیا۔ مین نے پوچھا یہ کس واسطے ہے۔ تو اُنھون نے کہا کہ مین کیا جانون جا کر سرکار
سے دریافت کرو۔ مین اسی وقت حاضر خدمت ہوا۔ اور نور محمد شاہ کا عطیّہ جناب
والا کے حضور مین رکھ دیا۔ سرکار عالم پناہ بیٹھ گئے۔ اور فرمایا کیا ہے۔ مین نے عرض
کیا کہ یہ چیزین کیوں مرحمت ہوئی ہین۔ ارشاد ہوا کہ ''یہ بچھرایون تک کا کرایہ
ہے''۔ عرض کیا کہ کرایہ چھ روپیہ اور چھ پیسہ ہین۔ آپنے خادم سے فرمایا کہ ''چھ
پیسے اور دو۔ اور یہ سفید کپڑا ان کو نہیں دلوایا تھا۔ رنگین تہبند دو''۔ خادم نے جب چھ
پیسے اور رنگین تہبند بھی مجکو دیا تو فرمایا کہ ''تم بچھرایون جاؤ۔ اور کہین نہ جانا۔ وہین
رہنا۔ تمھارے باپ فقیر تھے۔ اگر کبھی دل چاہے تو کسی فقیر سے مل آیا کرو۔ یا کسی
عرس مین چلے جایا کرو''۔ اسی عرصہ مین بھائی احد شاہ حاضر ہوئے اُن کو وہی حکم ہوا
کہ دارجلنگ جاؤ۔ اور ہم دونوں کو رخصت فرمایا۔

Scanned with CamScanner

جس وقت مین قدمبوس ہوا تو فرمایا کہ۔ ''پیلی بھیت ہو کر جانا''۔
اور بھائی احد شاہ سے ارشاد ہوا کہ۔ ''تم لکھنو ہو کر جانا''۔ چنانچہ ہم ریلوے سٹیشن تک پاپیادہ آئے۔ تو معلوم ہوا کہ لکھنو جانے کی گاڑی پہلے جائے گی۔ تو بھائی احد شاہ صاحب اُس پر سوار ہو گئے۔ اور مجھے رات کو گاڑی ملی۔ اور صبح کو پیلی بھیت پہونچا۔ مگر شب سے یہ خیال تھا کہ شاید پیلی بھیت کا حکم اس لئے صادر فرمایا ہے کہ میان محمد شیر صاحب سے بھی ملتا جاؤن۔ اسواسطے پہلے میان صاحب موصوف کی خدمت مین حاضر ہوا۔ اور قریب ایک مسجد تھی اُسی مین ٹھہرا۔ جس کے حجرہ مین ایک درویش رہتے تھے۔ اُن سے معلوم ہوا کہ اُن کو والد ماجد علیہ الرحمۃ نے یہاں بھیجا تھا۔ اس لحاظ سے اُنہون نے بہت عنایت کی۔ اور بطور نصیحت اکثر لطائف معنوی بیان کئے۔ اور یہ بھی کہا کہ تم کو جناب حاجی صاحب قبلہ نے میرے واسطے یہان بھیجا ہے۔

دوسرے روز پیلی بھیت سے بریلی۔ اور وہان سے بچھرایون آیا تو معلوم ہوا کہ اپنے پیر بھائی قطب عالم صاحب سے والد مرحوم نے عالم رویا مین یہ فرمایا کہ بدرالدین سے کہدو ہمارا عرس کیا کرے۔ اور اسی مضمون کا خواب والد ماجد کی ایک مُریدہ نے بھی دیکھا ہے۔ اس مکرر ہدایت سے مجکو خیال ہوا کہ باوجودیکہ میری متوکلانہ حیثیت بظاہر اس بار کی متحمل نہین۔ لیکن حسب ارشاد اگر عرس نہ کرونگا تو والد کی ناخوشی کا باعث ہوگا۔ اس لئے بقدر امکان کوشش کرون۔ اگر خدا کو منظور ہوگا تو غیب سے سامان ہو جائے گا۔ بقول۔ ع خدا خود میرسان است ارباب توکل را۔

چنانچہ تاریخ عرس سے قبل ہی مالک حقیقی نے اسقدر سامان کر دیا کہ ۱۱ / ذیقعدہ ۱۳۱۶ ہجری کو مین نے والد ماجد کا پہلا عرس کیا۔ ہر چند جملہ مراسم چھوٹے پیمانہ

Scanned with CamScanner

پر ہوئے۔ مگر اعزا اور احباب کا اجتماع کافی ہوگیا۔ اور قوالی کا سمان ایسا دلچسپ ہوا کہ بعد قُل کے سب نے بہ اصرار کہا کہ اب یہ عرس ہمیشہ ہوا کرے۔ چنانچہ مین نے بھی اقرار کرلیا کہ انشاء اللہ ضرور کوشش کرونگا۔ اور پیشوائے برحق کا افضال اگر شامل حال ہے تو یہ عرس ہوا کریگا۔

اس عرس کے بعد سے یہ غیر آباد مسجد بھی اس قدر آباد ہوگئی کہ اکثر نمازی بھی آنے لگے۔ اور بعض احباب بھی میری ملاقات کو بھی تشریف لاتے تھے۔ لیکن اس مرتبہ کی حاضری مین چونکہ سرکار عالم پناہ نے سیر و سیاحت کی اجازت مجکو مرحمت فرمائی تھی۔ اس لئے اکثر بزرگان طریقت کے اعراس مین شریک ہوا اور حضرات مشاہیر اہل تصوف کی خدمت مین بھی اس غرض سے حاضر ہوتا تھا کہ یہ شعائر ہین۔ ان کا مشاہدہ بالواسطہ جامع المتفرقین کا مشاہدہ ہے۔ بقول۔

مرادما ز تماشائے باغ عالم چیست

بدست مردم چشم از رخِ تو گل چیدن

چنانچہ اسی خیال سے ایک مرتبہ پنجاب کا سفر کیا۔ اور سائین توکل شاہ صاحب سے ملنے انبالہ گیا۔ کمل وغیرہ سرائے مین رکھکر درِدولت پر حاضر ہوا۔ تو دیکھا کہ ایک خادم دروازہ پر متعین ہے۔ دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ سائین صاحب کا مزاج ناساز ہے۔ اس وقت ملاقات نہوگی۔ مین نے کہا کہ دور سے آیا ہون صرف اطلاع ہی کردو۔ مگر جب خادم نے اطلاع بھی نہ کی تو مجبوراً واپس آرہا تھا کہ بازار مین ایک صاحب نے پکارا جو کسی کی دوکان پر بیٹھے تھے۔ مین اُن کے قریب گیا تو " زشتی اعمال ماصورِ نا درگرفت"۔ کا مضمون پیش آیا کہ اس قدر غیظ وغضب سے وہ معمور تھے کہ باوجود عدم واقفیت کے مکار و بدشعار وغیرہ خطابات مرحمت فرمائے۔

اور بار بار میری بدکرداری کا اظہار کرنے لگے۔ مجکو حیرت ہوئی کہ سر بازار یہ مسافر نوازی کیون ہو رہی ہے۔ مگر سکوت و خاموشی کے ساتھ اُن کی ناقابل برداشت باتین اور بدترین الزامات سنتا رہا بقول۔

وفا کینم وملامت کشیم وخوش باشیم
کہ در طریقت ما کافریست رنجیدن

لیکن شاید میری ہی وجہ سے جب میرے گروہ کے بعض افراد کی نسبت ثقیل و مکروہ الفاظ استعمال کئے۔ اور خود ساختہ اتہام دے کر اُن کے افعال و اقوال کی بے جا نکتہ چینی کرنے لگے۔ تو بہ اقتضائے بشریّت اس خیال سے طبیعت کو ناگوار ہوا کہ بقول

گرمن آلودہ دامنم چہ عجب
ہمہ عالم گواہ عصمتِ اوست

ہر چند مین اسی لائق ہون۔ اور میرے حق مین جو کچھ ان کا خیال ہے وہ بجائے خود صحیح ہو گا۔ مگر افسوس میرے مذموم خصائل کی بدولت آج اخوان ملّت بھی ہدفِ ملامت ہو رہے ہین۔ اور اس خدا کے بندے کو تعصّب کے جوش مین دکھائی نہین دیتا کہ فقرائے تہبند پوش کو متہم کرتا ہے۔ لیکن عرصہ تک وہ ناآشنا شفیق نہ طعن و تشنیع سے باز آئے۔ اور نہ اُن کے تراشیدہ مضامین کا طولانی سلسلہ ختم ہوا۔

جب اُن کی زبان درازی حد سے گذر گئی۔ تو دفعتاً مالک دوکان کو غصہ آ گیا۔ اور میرے مہربان ناصح کو اُسی طریق سے جواب دیا۔ اور اُنھین لفظوں سے اُن کی خدمت کی۔ جو میری نسبت وہ استعمال کر رہے تھے۔ اُس وقت وہ ہوش مین آئے۔ اور خاموش ہو کر پند و نصیحت موقوف کی۔ اور بالآخر اُٹھکر

چلے گئے۔

دوکاندار نے مجھ سے پوچھا کہ میان صاحب آپ کا مکان کہان ہے۔ اور یہان کس لئے آنا ہوا۔ مین نے کہا۔ بھائی ضلع مراد آباد کا رہنے والا ہون۔ اور سائین توکل شاہ صاحب سے ملنے آیا تھا۔ جب سائین صاحب کا نام سُنا تو اس کو اور محبت ہوئی۔ اور نہایت شفقت سے کہا کہ مین بھی اُن کا مُرید ہون۔ لہٰذا آج آپ کی دعوت ہے۔ چونکہ دعوت سے انکار کرنا میرے مشرب کے خلاف تھا اس لئے شب کو اُس مسافر نواز کے یہان کھانا کھایا۔ اور سرائے مین آکر سو رہا۔

صبح کو شہر کے مشہور مقامات دیکھے۔ اور ہادیان طریقت کے مزارات پر حاضر ہوا اور دوپہر کو آکر سرائے مین سو رہا تھا کہ ایک صاحب نے جگایا۔ اور کہا سائین صاحب آپ کو بلاتے ہین۔ چونکہ مین حاضر ہو چکا تھا۔ اور دربان نے غیر مانوس شخص دیکھکر اطلاع بھی نہین کی تھی۔ اس وجہ سے بے اختیار زبان سے نکل گیا کہ حقیقت تو یہ ہے کہ صرف سائین صاحب کا اشتیاق زیارت مجکو یہان لایا تھا اور پہلا کام بھی یہی کیا کہ اُن کے درِ دولت پر حاضر ہوا۔ لیکن دیکھا کہ بابِ اُمید مسدود ہے۔ اور پہرہ دار بھی اس قدر تمیز دار تھا کہ مکرر کہنے سے بھی اُس نے اطلاع نہ کی۔ اُس کے عدم التفات سے یہ خیال ہوا کہ سائین صاحب کو مجھ سگِ دنیا سے ملنا منظور نہین۔ اِس لئے سمجھتا ہون کہ اب جانے کی ضرورت نہین۔

لیکن جب اُنھون نے زیادہ اصرار کیا تو انکار کا بھی موقع نہ تھا۔ مجبوراً اُن کے ہمراہ چلا۔ راستہ مین ایک مسجد کے قریب جا کر اُنہون نے کہا کہ سائین صاحب کے مُرید قاری عبدالرحمٰن صاحب نابینا اس مین رہتے ہین۔ اور اُن کو بھی آپ سے ملنے کا شوق ہے۔ اگر مضائقہ نہو تو اُن سے ملاقات کر لیجئے۔ مین نے بخوشی منظور کیا۔ اور مسجد مین جا کر قاری صاحب سے صاحب سلامت کی تو موصوف کھڑے ہو گئے۔ اور معانقہ کے بعد

Scanned with CamScanner

مجھے سر سے پا تک ٹٹول کر فرمایا جناب حاجی صاحب کا لباس یہی ہے۔ مین نے کہا۔ جی ہان میرے پیشوائے برحق ہمیشہ رنگین احرام زیب جسم فرماتے ہین۔ قاری صاحب نے کہا مجھے مدت سے حاجی صاحب کی زیارت کا شوق تھا۔ الحمد اللہ کہ آج میری وہ دیرینہ آرزو یون پوری ہوئی کہ تم سے ملاقات ہوگئی۔ جس کو مین سمجھتا ہون کہ حاجی صاحب قبلہ کی زیارت نصیب ہوئی۔ بمصداق۔ ''نشانی اُس کی چھلا ہے یہ چھلے کی نشانی ہے''۔ اب تم سائین صاحب کے پاس جاؤ۔ وہ دریافت فرمارہے ہین۔

قاری صاحب سے رخصت ہوکر جب سائین صاحب کے مکان پر آیا۔ تو دیکھا کہ موصوف ایک سائبان مین آنکھین بند کئے بیٹھے ہین۔ اور پائین مین ایک مُریدآپ کا مراقب ہے۔ چند ساعت مین کھڑا رہا۔ اور یہ خیال ہوا کہ اگر سرکار عالم پناہ کی طرح سے ہاتھ بڑھائین گے تو دست بوس ہونگا ورنہ سلام کر کے بیٹھ جاؤنگا۔ اسی عرصہ مین سائین صاحب نے آنکھ کھولی۔ مین نے سلام کیا۔ ممدوح نے سر سے پا تک مجکو یا میرے لباس کو دیکھکر چشم نم فرمائی۔ اور میری جانب شفقت آمیز طریقہ سے ہاتھ بڑھایا۔ مین نے حسب ارادہ ہاتون کو بوسہ دیا اور سامنے بیٹھ گیا۔ سائین صاحب نے پُر جوش لہجہ مین فرمایا کہ۔ ''رسول کریم دا اور حاجی صاحب دا فیض ساڈے نال آوندا ہے''۔ پھر ایک آہ کھینچ کر مجھ سے پوچھا کہ تم کو کس نے بھیجا ہے۔ عرض کیا خدا نے۔ پھر فرمایا کہ کیونکر آئے۔ مین نے کہا ریل پر۔ پھر ارشاد ہوا کہ کہان قیام کیا ہے۔ مین نے کہا۔ آپ کے یہان۔ بعدہٗ اپنے ایک خلیفہ سے یہ حکم دیا کہ جاؤ ان کے ساتھ کھانا کھاؤ۔ وہ خلیفہ صاحب مجکو باہر لائے۔ اور اپنے ہمراہ کھانا کھلایا۔ بعد فراغت مین پھر حاضر خدمت ہوا تو فرمایا کہ تم آج ہی سرہند شریف چلے جاؤ۔ مین سلام کر کے سرائے مین آیا۔ اور اپنا کمل لیکر شام کی گاڑی سے سرہند شریف روانہ ہوا۔

اتفاق سے وہی زمانہ عرس کا تھا۔ دور دور سے زائرین آئے تھے۔ اور تقریباً

Scanned with CamScanner

ہر وقت قرآن خوانی ہوتی تھی۔ بعض درویشون سے بھی ملاقات ہوئی۔ اور بعد اختتام عرس مین لاہور چلا آیا۔ اور مخدوم الملک حضرت داتا گنج بخش قدس اللہ سرہٗ العزیز کے مزار پُر انور کی زیارت سے مشرف ہوا۔ اور چند روز خانقاہ اقدس مین قیام کیا۔ شہر کے آثار قدیمہ بھی دیکھے اور دیگر مزارات پر بھی حاضر ہوا۔ بلکہ راجہ رنجیت سنگھ کی منڈھی پر بھی گیا۔

لاہور سے امرتسر آیا۔ اور دربار صاحب یعنی گرونانک شاہ کے آستھان پر گیا۔ پھر سہارنپور مین بعض مزارات کی زیارت کی۔ اور بعدہٗ ہردوار آیا۔ اور اندر جا کر گنگا کے کنارے بیٹھ گیا۔ ایک سادھو نے پوچھا کہ تم کون دودا ہو۔ مین نے کہا کہ دُو بدہا چھوڑ دی ہے۔ تب اُس نے پوچھا کہ تم کون ہو۔ مین نے کہا تم نہیں دیکھتے مین آدمی ہون۔ اُس نے کہا مسلمان ہو یا ہندو۔ مین نے کہا۔ دونون سے علیحدہ۔ غرض وہ غریب تو چلا گیا۔ مگر اور چند سادھو مجتمع ہو کر آئے۔ جن مین ایک ایسے بھی تھے جو عہدۂ ججی چھوڑ کر فقیر ہوئے تھے۔ اُنھون نے مجھ سے دریافت کیا کہ آپ کس کے دیکھنے والے ہین۔ مین نے کہا جو آنکھ کے سامنے آتا ہے اُسی کو دیکھتا ہون۔ اس پر وہ مسکرائے۔ اور کہا مطلب میرا یہ ہے کہ آپ کس سلسلہ مین ہین۔ مین نے کہا کہ عشق کے سلسلہ مین ہوں۔ تب اُنہون نے کہا کہ مین آپ سے یہ معلوم کرنا چاہتا ہون کہ آپ کس کے مُرید ہین۔ مین نے کہا کہ وارثی ہون۔ سادُھو جی نے متعجب ہو کر کہا کہ وارثی تو کوئی خاندان نہیں۔ مین تھوڑی صراحت کے بعد یہ سمجھا دیا کہ اصل سلاسل سلسلۂ وارثیہ ہے۔ اور سادھو صاحب نے بھی اس کو مان لیا۔ اور پھر سب سادھو ایسے دوست ہو گئے کہ تمام دن اُن کے ساتھ وہان کی سیر کرتا رہا۔

بعدہٗ ہردوار سے رکھی کیش گیا۔ وہان بھی اکثر ایسے فقرائے ہند سے ملاقات ہوئی۔ جو اپنے طریقے سے باخبر اور درحقیقت سادھو تھے۔ مگر تیغ محبت کا ایسا گھائل کوئی نہیں دیکھا جو ماسوائے شاہدِ مطلق دارین کے مفاد وضرر سے بے سروکار ہو۔ لیُوْ الفر

دیکھے پنڈت ۔ سادھو ۔ جوگی ۔ سنت ۔ ساد ۔ ملنگ

پریم کا بھگتی ایک نہ پایا اوگھٹ چارالنگ

پھر رکھی کیش سے جوالا پور ۔ اور کنکھل ہوتا ہوا عین زمانہ عرس مین پیران کلیر شریف پہونچا خلقت کا ہجوم تھا ۔ جس مین درویش بھی ہزارون تھے ۔ چنانچہ بعض مغتنم فقراء سے بھی ملاقات ہوئی ۔ لیکن والد مرحوم اکثر فرمایا کرتے تھے کہ چھنگا شاہ اور میران شاہ اور جعفر شاہ ہمارے ملنے والے ہین ۔ اور در حقیقت وہ فقیر ہین ۔ یہ ارشاد مجکو یاد تھا ۔ اور اُن کو تلاش کرتا تھا ۔ مگر باوجود جستجو کے دوروز تک ان حضرات کی زیارت نہ ہوئی ۔ اتفاق سے ایک شاہ صاحب نے بہ سبیل تذکرہ جعفر شاہ کی تعریف کی ۔ تو مین نے پوچھا کہ وہ کہان قیام پذیر ہین ۔ کہا کہ احاطہ کے باہر بلند دروازہ کے قریب ملین گے ۔ مین نے وہان جا کر تلاش کیا تو دیکھا کہ ایک درویش دھونی رمائے ۔ بوریا بچھائے بیٹھے ہین ۔ مین نے شرف نیاز حاصل کیا ۔ تو مخاطب ہوکر فرمایا کہ آؤ ۔ تم شمس الدین کے بیٹے ہو ۔ وہ ہمارا یار تھا ۔ اب ایسے فقیر نہین ملتے ۔ اور پھر یہ بھی فرمایا کہ تم فقیر حاجی صاحب کے ہو ۔ مین نے کہا جی ہان فرمایا کہ اس وقت ہندوستان مین وہ آفتاب ہین ۔ پھر خود ہی فرمایا کہ میران شاہ سے بھی ملے ۔ مین نے عرض کیا ابھی نہین ۔ فرمایا اچھا ٹھہرو ۔ اور ایک چلم مین چرس بھروا کر منگائی ۔ اور مجھ سے کہا کہ دم لگاؤ ۔ مین نے انکار کیا ۔ مگر شاہ صاحب نے جب اصرار کیا تو مین نے عرض کیا کہ اُسی صورت مین آ کر فرمایئے جس کو مین نے پہچانا ہے ۔ تو پی لونگا ۔ یہ سنکر وہ ہنسے اور فرمایا تم ضرور شمس الدین کے بیٹے ہو ۔ اچھا جاؤ ۔ وہ میران شاہ بیٹھے ہین اُن کے اشارہ کے مطابق وہان گیا تو یہ دیکھا کہ ایک صاحب پنجابی کرتہ اور چار کلی کی مخملی ٹوپی پہنے اور پنجابی لنگی باندھے ۔ ڈاڑھی چڑھائے اس طرح بستر پر متمکن ہیں کہ کسیکو فقیر ہونے کا گمان بھی نہین ہوسکتا ۔ مین نے نہایت ادب سے سلام کیا تو بکمال جوش محبت جواب سلام دیا ۔ اور میری حالت پوچھکر فرمایا کہ شمس الدین نے جس روز یہ غزل

Scanned with CamScanner

لکھی تھی۔ ''کہون رتبہ اعلیٰ علاؤالدین صابر کا''۔ اُس روز ہم یہین تھے۔ فیضان حضرت صابر سے وہ فقیر ہوئے ورنہ مشائخ تھے۔ پھر ریاضت ومجاہدت کا ذکر آیا۔ تو اس سلسلہ مین فرمایا کہ ذاکر وشاغل ہونا بھی خداشناسی کے لئے بہترین طریق ہے۔ جو مسافر راہِ طلب کا رفیق ہوتا ہے۔ مگر اے عزیز فقر اور چیز ہے جس کی یافت ریاضت ومجاہدت پر موقوف نہین۔ بلکہ اس کا حصول عنایت وہبی اور اشارت پیشوا پر محمول ہے۔ تم کو کیا سمجھاؤن۔ تم فقیر کے بیٹے۔ اور ایسے لاثانی فقیر کے دست گرفتہ ہو۔ دنیا مین جس کا مثل ونظیر نہین۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد فرمایا کہ جاؤ چھنگا شاہ سے بھی مل آؤ۔ وہ بھی تمہارے باپ کے یار ہین۔ اندر اوطاق بیٹھے ہین۔

مین تلاش کر کے چھنگا شاہ صاحب کی خدمت مین حاضر ہوا۔ چونکہ وہ نابینا تھا اسلئے بآواز سلام کیا۔ فرمایا کون ہے۔ عرض کیا۔ اوگھٹ شاہ۔ پوچھا۔ کہان کے رہنے والے ہو۔ مین نے کہا۔ بچھرایون کا۔ فرمایا۔ شمس الدین کو جانتے ہو۔ عرض کیا اُنہین کا بدنام کنندہ بیٹا ہون۔ ارشاد ہوا کہ مرید کسی کے ہو۔ مین نے سرکار عالم پناہ کا نام نامی لیا تو فرمایا پیر تو بڑا پایا۔ اوّل تو سیّد۔ دوسرے فقیر ایسے کہ آج اُن کے سوا کوئی فقیر نہین۔ بقول

امروز شاہ انجمن دلبران یکیست
دلبر اگر ہزار بود دلبر آن یکیست

اسی دوران مین عرض کیا کہ حکم ہو تو شیرینی لاؤن۔ فرمایا اچھا مگر حقّہ بھی لانا۔ مین فوراً لڈو اور ایک حقہ لایا۔ اور سامنے پیش کیا۔ تو صرف ایک لڈو رکھ لیا اور باقی تقسیم کر دیئے۔ بعدہٗ اُس لڈو کے دو حصّہ کئے۔ ایک مجکو دیا۔ اور ایک خود کھالیا۔ اور عرصہ تک نصیحت فرما کر مجکو رخصت کیا۔ اور بعد ختم عرس مین بچھرایون واپس آیا۔

Scanned with CamScanner

الغرض یہ سفر بظاہر دلچسپ بھی اور بالمعنی مفید بھی تھا۔ دلچسپ اس لحاظ سے کہ مختلف شہرون کے قدیم آثارات دیکھ کر شاہان سلف کی خداداد شوکت وصولت کی یاد تازہ ہوئی۔ اوراسی کے ساتھ جب اُن کے مقابر نظر سے گزرے تو عبرت ہوئی۔ اور دنیا کی بے ثباتی کا مرقع سامنے آ گیا۔ علاوہ اس کے ہر مقام پر مختلف اقوام کے باشندون کے اخلاق و عادات سے واقف ہوا۔ جنگل کے قدرتی سبزہ زار کی بہار دیکھی۔ پہاڑون کی خوشگوار ہوا سے صحت کو فائدہ پہنچا۔ لیکن یہ مفادتو نام نہاد ہین۔ حقیقی مراد میری یہ نہ تھی۔ بلکہ سیاحت کی اصل غایت جس کو مذہبی سعادت اور مشربی افادت کہنا چاہیے الحمد اللہ وہ بھی نصیب ہوئی۔ کہ مقتدایانِ طریقت کے مقدس آستانوں پر حاضر ہوا لہٰذا اگر اُن کے مزارات کے فیوض وبرکات سے مستفیض ہونے کو سرمایہ ناز کہون تو بے جا نہ ہوگا۔

مزید برآن موجودہ حضرات مشائخین کے مراعات معنوی سے میرے خیالات کوتقویت ہوئی۔ فقرائے ذی مرتبت کے فیضانِ صحبت سے تو وہ دولت لازوال حاصل ہوئی جس کا اندازہ بھی کرنا محال ہے۔ بقول حضرت مولانا۔

یک زمانے صحبتے با اولیاء

بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

علیٰ ہذا بعض فقرائے ہند کا ویران پہاڑون اور سنسان جنگلون میں باوجود بے سروسامان ہونے کے خوش وخرم رہنا۔ اور بکمال صبر واستقلال زاہدانہ زندگی بسر کرنا ایک ایسا نظارہ تھا جس سے نوآموز فقیر قناعت و استقامت کا معقول سبق لے سکتا ہے۔

لیکن قطع نظران تمام خوبیون کے اس سفر سے مخصوص فائدہ مجکو یہ ہوا کہ پیشوائے برحق کے مراتب علیا کی جب تمامی اہل اللہ نے صریح الفاظ مین تصدیق

فرمائی تو میرا یہ خیال اور مضبوط و پختہ ہو گیا کہ اقلیم فقر کے شہنشاہ اور اسرار عشق سے آگاہ صرف ہمارے سرکار عالم پناہ ہین۔ اس لئے کہ میری نگاہ میں وہ درویش جو یقینی اہل باطن اور خدا رسیدہ تھے۔ سب نے بیک زبان حضور کی عظمت و شان کا اقرار کیا۔ اور جس کے سامنے ہادی کامل کا نام لیا۔ اُس نے مرعوب ہو کر سر تسلیم خم کیا۔ اور اُس وقت اُن کے قیافہ سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ یہ خدا شناس راہ فقر میں ہمارے وارث پاک کے دست نگر ہین۔ بلکہ اکثر مجاذیب نے صرف میرے لباس کی وجہ سے ایسی تکریم کی جس کے لائق میں ہرگز نہ تھا۔ اور اُن کا عجز وانکسار زبان حال سے کہتا تھا کہ بارگاہ وارثی کے یہ فرمانبردار ہین۔

مگر جس طرح یہ سفر میرے حق مین مبارک و میمون ہوا۔ اُسی طرح بعد مراجت یہ تازہ جنون روز افزون ترقی کرنے لگا۔ اور قدرتاً یہ تحریک دل مین پیدا ہوئی کہ شبانہ روز کی دوری اب ناقابل برداشت ہے۔ کسی طریق سے جلد جلد بلکہ روزمرہ بارگاہ حبیب کی آستان بوسی نصیب ہو۔ اسی خیال سے بجائے سکون قلب کو اضطرار۔ اور بجائے اطمینان ایسا انتشار رہنے لگا کہ ہر چند مسجد کی خدمت بدستور کرتا تھا۔ مگر غمِ مہجوری سے جب زیادہ رنجور ہوتا۔ زار زار روتا۔ اور تصور مین اپنے آقائے نامدار سے عرض کرتا۔ بقول

یارانِ ہمنشین ہمہ از ہم جدا شدند
مائیم آستانہ دولت پناہِ تو

بندہ نواز۔ یہ دور اُفتادہ غلام تیری جدائی مین مبتلائے رنج و آلام ہے۔ شب فراق کی تنہائی کیونکر نہ شاق ہو۔ ''نہ مونسے نہ شفیقے نہ ہمدمے دارم''۔ اس بلا رسیدہ نوگرفتار دامِ محبت کو تیری عنایت درکار ہے۔ بقول

میسوزم از فراقت روا ز جفا بگردان　　ہجران بلائے ماش یارب بلا بگردان

مگر دشواری یہ تھی کہ ادھر تو شوق زیارت مین دل بے چین۔ اُدھر میری حاضری کے لئے حسب فرمان وارثی زمانہ عرس شوال متعین جس کو تین مہینے باقی تھے۔اس لئے بمصداق ''نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن''۔کا مضمون تھا۔بقول

اضطرابم نہ گزارد کہ نشینم جائے
انتظارت نہ گزارد کہ زجابر خیزم

لیکن کارساز حقیقی نے یہ کرشمہ دکھایا کہ اُسی عرصہ مین جناب شاہ فضل حسین صاحب کا والا نامہ آیا جس مین موصوف نے تحریر فرمایا تھا کہ۔

تازہ شوائے دلِ پژمُردہ کہ چون آبِ حیات
بحر جو دیست کہ سوئے تو روان می آید

سرکار عالم پناہ مقام دہرم پور نواب عبدالشکور خان صاحب کے مکان پر تشریف لیجائین گے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تم بھی وہین حاضر ہو کر سعادت قدمبوسی حاصل کرو۔

شاہ صاحب ممدوح کی ہدایت کے بموجب تاریخ معینہ سے دو روز پہلے مراد آباد آیا۔ اور پھر چندوسی ہو کر اسٹیشن کسیر پر حضور کی آمد کا منتظر رہا۔حتیٰ کہ وقت مقررہ پر جناب والا تشریف لائے۔ اور علاوہ نور محمد شاہ وفیضو شاہ خدام خاص کے ٹھاکر پنچم سنگھ صاحب وارثی رئیس ملاوَلی ضلع مین پوری بھی ہمراہ رکاب تھے اور اُسی وقت علیگڑھ سے جو گاڑی آئی۔ اُس سے بابو کنیالال صاحب وکیل جن کو بعد مین غلام وارث کا خطاب نصیب ہوا۔ اور اب ٹرسٹ کمیٹی مقبرہ شریف کے سیکریٹری ہین اُترے۔ اور اُسی گاڑی سے معصوم شاہ صاحب وارثی جن کا قیام دہلی مین زیادہ رہتا تھا آئے۔

قریب اسٹیشن نواب صاحب نے خیمہ استادہ کرایا تھا۔اس مین جناب حضرت نے

Scanned with CamScanner

تھوڑی دیر کے واسطے استراحت فرمائی۔ اور یکے بعد دیگرے غلامانِ وارثی قدمبوس ہوئے جب معصوم شاہ حاضر ہوئے تو فرمایا۔ ''تم کیون آئے''۔ معصوم شاہ نے عرض کیا کہ دہلی جا رہا تھا۔ شوق قدمبوسی مین اُتر گیا ہون۔ حکم ہوا کہ۔ ''تم ابھی چلے جاؤ''۔ اس حکم قطعی سے بھائی معصوم شاہ بجائے محزون وملول ہونے کے مسرور ومحظوظ ہو کر خیمہ سے باہر آئے۔ اور مکیف ہو کر روانگی کا سامان کرنے لگے۔ اُن کی اس حالت سے صاف ظاہر تھا۔ کہ دستور محبت یہی ہے کہ طالب شوق دید مین پروانہ وار حاضر ہو۔ اور جب محفل مطلوب سے بہزار رسوائی نکالا جائے تو لازم ہے کہ اپنی اس ظاہری ذلت کو بھی عین عزت سمجھے بقول حضرت جامی علیہ الرحمۃ۔

خوش آن روزے کہ گفتی باحریفان چون مرادیدی
کہ این مسکین بکوئے ماجرا بسیار میگردو

لیکن اُس وقت چونکہ کوئی گاڑی نہین جاتی تھی۔ اس لحاظ سے نواب صاحب نے عرض کیا کہ حضور مجبوری یہ ہے کہ اب گاڑی انھین شب کو ملیگی۔ سرکار نے یہ عذر منظور فرمایا اور ارشاد ہوا۔ ''اچھارات کو چلے جاوین''۔

نواب صاحب نے مجھ سے کہا کہ تم بھی قدمبوسی کر آؤ۔ شاید انھین کے ساتھ تم کو بھی جانا پڑے۔ چنانچہ مین جب قدمبوس ہوا تو فرمایا کون ہے۔ عرض کیا۔ اوگھٹ شاہ۔ ارشاد ہوا کہ۔ ''تم بچھرایون مین اپنے باپ کی قبر پر رہتے ہو''۔ مین نے عرض کیا کہ جی ہان۔ بچھرایون یہان سے قریب ہے۔ فرمایا۔ ''تو یہ تمہارا علاقہ ہے۔ اچھا ٹھہرو''۔

بعد رفع تکان سرکار عالم پناہ پالکی مین سوار ہوئے۔ اور جلو مین غلامون کا ہجوم اسٹیشن کیسر سے غالب پور چلا۔ بقول

بعزم گشت چو آن نازنین سوار شود　　　هزار خستہ دلش خاک رہ گزار شود

Scanned with CamScanner

موضع غالب پور قصبہ ڈیائی سے قریب تھا۔ اور نواب صاحب نے اُس کا شکور گنج نام رکھا تھا۔ اور یہین سکونت کا خیال تھا۔ اس لئے یہان عالیشان کوٹھی تعمیر کرائی تھی۔ لیکن ایک چھت اُس کی ہمیشہ گرا کرتی تھی۔ اس وجہ سے بعض کا خیال تھا کہ اس مین کسی جن کا گذر ہے۔ اور وہی ہمیشہ چھت گرا دیتا ہے۔

چنانچہ نواب صاحب پہلے سرکار کو ایسی نو تعمیر کوٹھی مین لائے۔ اور مقصود یہ تھا کہ دہرم پور لیجائین گے۔ کیونکہ وہین دعوت کا انتظام کیا تھا۔ مگر جناب والا نے ترشرو ہوکر فرمایا کہ۔ ''اب ہم یہین رہین گے۔'' خدام نے عذر کیا۔ اور اس حکم مین ترمیم چاہی۔ تو حضور نے ان کو نظر گرم سے دیکھا۔ اور مکرر فرمایا کہ ''نہین اب یہین رہین گے''۔ اسوقت نواب صاحب بہت پریشان تھے۔ مگر ٹھاکر پنچم سنگھ صاحب نے یہ جسارت کی کہ خدمت عالی مین حاضر ہوکر قدمبوس ہوئے۔ حضور نے فرمایا کہ۔ ''ٹھاکر اب ہم یہین رہین گے''۔ ٹھاکر صاحب نے عرض کیا بہتر ہے۔ آپ یہین قیام فرمائین۔ لیکن نواب صاحب کو بہت دقت ہوگی۔ دہرم پور سے کل سامان منگانا ہوگا ورنہ حضور کے مہمانون کو تکلیف ہوگی۔

چونکہ مزاج ہمایون کا انداز کریمانہ تھا۔ کسی کی معمولی تکلیف بھی کبھی گوارا نہ ہوتی تھی۔ اسی لحاظ سے اس وقت بھی شفقت وارثی کو اپنے غلامون کی راحت کا خیال ہوا۔ اور فرمایا کہ۔ ''اچھا وہین چلو۔ ورنہ مہمانون کو تکلیف ہوگی''۔ پھر کیا تھا۔ فوراً پالکی آئی۔ حضور سوار ہوئے۔ اور ایک گھنٹہ مین دہرم پور پہنچ گئے۔ اس وقت نواب صاحب کا جوش مسرت زبان حال سے کہتا تھا۔

وہ آئین گھر مین ہمارے خدا کی قدرت ہے
کبھی ہم ان کو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہین

مجھے خوب یاد ہے کہ تاریخ ۵؍رمضان المبارک پنجشنبہ کا روز تھا کہ قریب عصر حضور

Scanned with CamScanner

کی سواری دھرم پور پہنچی۔ شب کو نواب صاحب سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ۔ ''کل جمعہ ہے۔ نماز کون پڑھاتا ہے''۔ نواب صاحب نے عرض کیا کہ مولوی پرورش علی صاحب پڑھاتے ہین۔ جناب والا نے حافظ خدا بخش صاحب سے (جن کو بعد مین احمد شاہ کا خطاب مرحمت ہوا) فرمایا کہ۔ ''مولوی صاحب کے ساتھ ٹھیکہ نہین ہے۔ کل تم نماز پڑھانا۔ اور خطبہ چھوٹا پڑھنا''۔ اور بابو کنیالال صاحب سے ارشاد ہوا کہ۔ ''کل سے تم بھی روزہ رکھو اور ہمارے ساتھ نماز پڑھنے چلنا''۔

چنانچہ بابو صاحب نے شب بھر مین ارکان نماز یاد کئے اور حافظ صاحب نے مختصر خطبہ تالیف کیا۔ اور بعد نصف النہار سرکار عالم پناہ نماز جمعہ کے لئے تشریف لے چلے۔ جلو مین غلامان وارثی کا اژدہام تھا۔ جب مسجد مین پہنچے تو دیکھا کہ بستی کے بہت لوگ مجتمع ہین۔ حافظ صاحب نے وہی خطبہ پڑھا اور نماز مین چھوٹے چھوٹے سورون کی قرأت کی۔ صف اول مین حضور تھے اور عقب حضور بابو کنیالال اور ٹھاکر پنچم سنگھ اور ہم سب غلام تھے۔ بعد نماز میلاد شریف ہوا۔ جب شیرینی تقسیم ہونے لگی تو جناب حضرت پالکی مین سوار ہوئے اور مکان پر تشریف لائے۔

شب کو حاضر خدمت ہوا تو مجھے دیکھ کر پنچم سنگھ صاحب سے فرمایا۔ ''ٹھاکر دوسرے کی چیز لے کر احسان مند ہونا نہ چاہیے۔ اور اگر لے تو اُسکا بدلہ کرے''۔ باہر آکر ٹھاکر صاحب نے مجھ سے پوچھا کہ سچ بتاؤ۔ حضور نے یہ کیون ارشاد فرمایا۔ کہ روئے سخن اس ارشاد کا ضرور تمہاری جانب تھا۔ کیونکہ جناب حضرت کا انداز کلام یہی ہے کہ جس سے خطاب کرنا منظور ہوتا ہے اُس سے نہین۔ بلکہ دوسرے سے مخاطب ہو کر فرماتے ہین۔ اس لئے میرا خیال یہ ہے کہ تخاطب گو میری طرف تھا۔ مگر مقصود تمہین ہو گے۔ کہ سوائے تمہارے اسوقت کوئی اور حاضر نہ تھا۔

مین نے غور کیا تو عنایت وارثی مجکو اپنے قصور پر آگاہ کر دیا۔ اور سمجھ مین

آ گیا کہ

سوئے من بود اشارت غمزہ
گرچہ بادیگران سخن میگفت

بیشک یہ میری تنبیہ کے لئے ارشاد ہوا ہے۔ چنانچہ ٹھاکر صاحب سے اپنا حال بیان کیا کہ چونکہ کمل قوالون نے لے لیا تھا۔ اس وجہ سے میرے دوست خواجہ حسن صاحب نے اپنی رضائی ساتھ کر دی کہ سردی کی تکلیف نہ ہو۔ وہی اسوقت اوڑھے تھا۔ شاید میرے غیور بندہ نواز کو منظور نہ ہوا کہ ہمارا غلام کسی صورت سے بھی غیر کا مرہون احسان ہو۔

ٹھاکر صاحب کو تو فی الجملہ اطمینان ہو گیا۔ لیکن مین اپنی اس غلطی پر اس قدر نادم وشرمسار ہوا کہ ہیبت وارثی سے تمام شب مضطر و بیقرار رہا۔ جب قلب زیادہ بیتاب ہوتا تو بستر پر مثل ماہی بے آب تڑپتا اور آقائے نامدار سے عفو تقصیر کا خواستگار ہوتا۔ اور بہزار عجز وانکسار عرض کرتا۔

بادشاہا جُرم مارا در گذار
ما گنہگاریم تو آمرز گار

صبح کو ہر چند حجاب ندامت سے محجوب تھا۔ مگر شوق قدمبوسی مین حاضر خدمت ہوا۔ اُس وقت سرکار عالم پناہ کابلی دُھسہ اوڑھے تھے۔ حضور نے وہ دوش مبارک سے اتار کر مجکو مرحمت فرمایا۔ مین نے اُس خلعت فاخرہ کو آنکھون سے لگایا۔ اور باہر آ کر رضائی رکھدی۔ اور وہی قیمتی دُھسہ اوڑہ کر شادان وفرحان پھرنے لگا۔

بعدۂ ظہر کے وقت حاضر خدمت ہوا تو فرمایا۔ ''اوگھٹ شاہ سنو۔ فِی اَنفُسِکُم اَفَلَا تُبصِرُون۔ سمجھ گئے''۔ اس ارشاد کے پردہ مین فیضان وارثی نے یہ کرشمہ دکھایا کہ

Scanned with CamScanner

دفعتاً قلب کی حالت اس عنوان سے بدل گئی۔ جس کی حقیقی کیفیت کا اظہار لفظون مین کرنا دشوار بھی ہے اور ممنوع بھی۔ بقول

نہ راز خلوت شاہان بہر کس می توان گفتن

نہ سرّ سینہ مردان سزائے قلب سنگین است

مگر اس انتشار مین بے ساختہ یہ ضرور عرض کیا کہ حضور سمجھ گیا۔ لیکن کوئی دریافت کرے کہ تم کیا سمجھے تو اسی قدر کہہ سکتا ہون کہ جو کچھ سمجھا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس بیخودی مین یہ ہوش آیا۔ کہ قبل اس کے جس قدر سمجھ چکا تھا۔ وہ فراموش کیا۔ اور یہ تلقین ایسی مؤثر ہوئی کہ باوجود ناسمجھی کے دل کو تسکین ہوگئی۔ اور مجھ نافہم کی سمجھ مین آ گیا۔ کہ اس کثرت مین درحقیقت وہی وحدت حقیقی جلوہ گر ہے۔ جو تمام عالم کی جان بلکہ عین ایمان ہے بقول حضرت مولانا علیہ الرحمۃ۔

اتصال بے تکیف بے قیاس

ہست رب الناس را با جان ناس

حالانکہ اس آیہ وافی ہدایہ کی بارہا۔ تلاوت کی تھی۔ اس کا ترجمہ بھی پڑھا تھا۔ اس کی تفسیر بھی دیکھی تھی۔ علمائے عظام نے جو نکات ولطائف اس کے تحت مین بیان فرمائے ہین وہ بقدر استعداد مجکو یاد تھے۔ حتیٰ کہ مشاہیر حضرات صوفیہ کرام نے اس آیہ کریمہ کے سلسلہ مین جو رموز معنوی ظاہر فرمائے ہین اُن سے بھی آنکھین مستفیض ہو چکی تھین۔ مگر میری اس تمام واقفیت کی رسائی صرف تحریر وتقریر کے احاطہ مین محدود تھی۔ نہ حقانیت سے تعلق نہ روحانیت سے سروکار تھا۔ بقول

علم رسمے سربسر قیل است وقال

نہ ازو کیفیتے حاصل نہ حال

لیکن پیشوائے برحق کی قوت کاملہ کی یہ روشن دلیل ہے کہ جب اُس واقف رموز واسرار

وکاشف غوامض واستار نے اس آئیہ پاک کی تلاوت فرمائی تو محض اُس کی سماعت سے مجھ ایسے نافہم کے ادراک نے تصدیق کی کہ لاریب فیہ یہ آیت سریان وجود کی قطعی شاہد ہے۔

اگر جناب حضرت اس آیت کے اسرار غوامض اظہار فرماتے اور مسترشدین کو نکات معنوی سے آگاہ کرتے تو حیرت کی گنجائش نہ تھی۔ تعجب ہے تو اس کا ہے کہ حضور نے ترجمہ بھی نہین بیان کیا۔ اور صرف ایک لفظ ''سمجھے'' اس انداز سے فرمایا اور اسکا یہ گہرا اثر ہوا کہ مجھ ناسمجھ کو یہ سمجھ مرحمت ہوئی کہ عقل وشعور کی رسائی سے جو سمجھا تھا وہ دفعتاً لوح ذہن سے محو ہوگیا۔ بقول ''جو پڑھا لکھا تھا نیاز نے اُسے صاف دل سے بھلادیا۔''

اصل یہ ہے کہ ایسے بدیہی اور پر اثر فیض کا وقوع بجز تاثیرات عشق کے اور کسی قوت سے ناممکن ہے۔ اور چونکہ سرکار عالم پناہ کا مشرب عین عشق ہے اس لئے آپ کے جملہ اقوال وافعال مین تاثیر عشق ایسی مضمر تھی کہ ہرچند آپ کسی زبان مین کوئی مضمون ادا فرمائین مگر وہ اپنی حقیقی تاثیر سے ضرور معمور ہوگا۔ اور مخاطب بھی کسی حیثیت کا کیون نہ ہو لیکن آپ کے مقدس کلام کے اثر سے اُس کو مؤثر ہونا لازمی ہے اور اثر بھی وہی ہوگا۔ جو عشق کا خاصہ ہے کہ۔ ''یُحرقِ مَاسوی المحبوب''۔ یعنی وجود غیر اللہ مفقود ہوجائے۔ بقول مولانا رحمۃ علیہ

عشق آن شعلہ است کو چون برفروخت
ہرچہ بجز معشوق باقی جملہ سوخت

اور یہی اثر عشق عین توحید ہے کہ ذرات کائنات مین ایک شاہد حقیقی کے ظہور ہمہ گیر کی تصدیق ہو جائے۔ جیسا کہ ہمارے شہنشاہ اقلیم عشق کے افاضہ باطنی کی تاثیر نمایان ہوئی کہ آن واحد مین اپنی قوت روحانی سے مجھ نااہل کے قلب غیر مطمئن کو خدشات کثرت کی کثافت سے صاف کیا۔ اور توحید حضرت واجب الوجود کی تصدیق مرحمت فرمائی۔

ایک بار کیا بلکہ متواتر دیکھا ہے کہ حضور کے تصرفات کا عموماً یہی انداز تھا۔اور اکثر اخوان ملت کی تربیت اپنے اسی صورت سے فرمائی کہ معمولی تقریر کے پردہ مین ان کو فائز المرام کیا اس لئے تعجب کا مقام نہین ہے کہ ایک آیت کی تلاوت نے مجکو ایسا مکیف کر دیا جس کی محویت مین باہر آ کر عرصہ تک مبہوت بیٹھا رہا۔

لیکن حسب دستور بعد عصر بھی قدمبوسی کے لئے حاضر ہونا ضرور تھا۔اس وجہ سے اُسی حالت مین سعادت حضوری حاصل کی۔تو جناب حضرت نے بہ نظر ترحم فرمایا۔''اوگھٹ شاہ ع۔ان بتون مین ایک دن کو خدا مل جائے گا''۔اور مسکرا کر منہ پھیر لیا۔اس بشارت سے قلب کو تو اطمینان ہو گیا۔مگر مسکرا کے منہ پھر لینا ایسا دل آویز انداز تھا جس نے بیقرار کر دیا قریب تھا کہ آہِ سرد اس خوشگوار درد کا اظہار کرتی کہ دانندۂ مافی الضمیر نے ایک گھونسہ مار کر فرمایا۔''جاؤ۔ٹھہرو''۔مین کمرہ سے باہر آیا۔اور جوش مسرت مین اس عنایت و پرورش کا شکر ادا کرنے لگا۔کہ

اے خوش آن دم کہ گوش میکردم

نکتہ از لب شکر شکنت

اس موقع پر مامون حافظ عبدالمجید صاحب اور بھائی حافظ ظفر الدین صاحب اور چودھری تجمل حسین صاحب بھی شوق قدمبوسی مین حاضر ہوئے تھے۔چنانچہ دھرم پور سے روانگی کے وقت جب کہ سرکار عالم پناہ سوار ہونے تشریف لا رہے تھے تو یہ لوگ بھی قدمبوس ہوئے۔جناب والا نے تھوڑا توقف فرمایا اور ارشاد ہوا کہ۔''خط آیا ہے کہ اوگھٹ شاہ چارپائی پر بیٹھتا ہے''۔ان تینون غلامون نے بیک زبان عرض کیا کہ حضور کو یہ اطلاع کسی نے غلط دی ہے۔پھر جناب والا نے فرمایا کہ۔''بچھرایون سے خط آیا ہے کہ اوگھٹ شاہ چارپائی پر بیٹھتا ہے اور کُرتہ بھی پہنتا ہے''۔ان لوگون نے مکرر وہی عرض کیا کہ قبلہ عالم یہ خبر بالکل خلاف واقعہ ہے۔حضور نے فرمایا کہ۔''ضرور غلط ہے اوگھٹ شاہ

ایسا نہین ہے۔ اُس نے کہا ہے کہ لعنت ہے اُس پر جو ایک طریقہ چھوڑ کر پھر اسی کو اختیار کرے"۔ اور خادم سے ارشاد ہوا کہ اوگھٹ شاہ کو بلاؤ۔ مین حاضر ہوا تو فرمایا کہ۔ "دیکھو اوگھٹ شاہ بچھرایون مین نوک سے رہنا۔" مین نے عرض کیا کہ حضور نوک سے رہنے کا صحیح مفہوم یہ غلام نہین سمجھا۔ ارشاد ہوا کہ "بے لاگ اور بے غرض آن بان سے رہنا۔ کسی سے دب کر نہ رہنا"۔ مین قدمبوس ہوا۔ تو فرمایا۔ "ہمارے ساتھ چلو"۔ اور آپ پالکی مین سوار سنڈول روانہ ہوئے۔ ہم لوگ جلو مین چلے۔ مگر ماموں صاحب وغیرہ وہین سے بچھرایون واپس گئے۔

سنڈول کے راستہ مین ایک کنوان ملا۔ جس کا قطر اتنا بڑا تھا کہ آٹھ مونٹھ بیک وقت جاری تھے۔ یہ دیکھ کر نور محمد شاہ خادم خاص نے عرض کیا کہ حضور ملاحظہ فرمائین۔ اس اندارہ پر آٹھ پُر چل رہے ہین۔ آپ نے پالکی سے اُتر کر دیکھا اور یہ فرما کر فوراً سوار ہو گئے کہ ہم نے اس سے بڑا اندارہ دیکھا ہے۔

ہم نافہمون کو اس کا ادراک بھی نہین ہوا کہ معمولی چیز دیکھنے کے لئے حضور نے کیون تکلیف فرمائی۔ لیکن بعد کو ظاہر ہو گیا کہ نہ وسیع کنوان ملاحظہ فرمانا مقصود تھا۔ نہ یہ غرض تھی کہ آٹھ پُر چلنے کا تماشا دیکھین بلکہ ایک ازلی ارادتمند کی حمایت منظور تھی۔ کیونکہ جس طرح یہ مصدّقہ ہے کہ بروز میثاق منعم حقیقی نے قلب عشاق کو جوہر محبت ودیعت فرمایا۔ بقول۔

سلطانِ ازل گنجِ غمِ عشق بماداد
تا روئے درین منزلِ ویرانہ نہادیم

اُسی طرح یہ بھی مسلمہ ہے کہ ہادیانِ راہِ حق نے عالم ارواح مین جن کی ہدایت فرمائی ہے اُن کے وہ ہمیشہ نگران حال رہتے ہین۔ اور وہ مسترشدین جب عالم اعیان مین آتے ہین تو بلحاظ اتحاد قدیم اُن کو بھی دست گیر کے ساتھ ارادت ہوتی ہے۔ اور اُنکا فطری جوش زبان حال سے کہتا ہے۔ بقول

جرعہ جامے کہ من سرگرم آن جامم ہنوز — دراز دل دادہ است مارا ساقی لعل لبت

Scanned with CamScanner

اور اُن کو ہادئی کامل اس عالم مین بھی مدو معاون ہوتا ہے۔اور حصول رضائے حق کی ہدایت فرماتا ہے۔اور اپنے فیضان باطنی سے مستفید کرتا ہے۔جیسا کہ حضور نے اپنے ایک ازلی حلقہ بگوش کے لئے یہ اہتمام فرمایا کہ بمصداق۔'' کُلُّ اَمرِ مَرھُونِ بِاَوقَاتِہَا ''۔جب اس کی ہدایت کا وقت آ گیا۔پالکی سے اُترے۔اور کنوین پر کام کرنے والے مزدورون مین سے اُس کو نکال کر اپنے ظل عاطفت مین لیا۔اور وہ ذی ہوش بھی اتحاد و یگانگت کے جوش مین اپنی حقیقی رہنما کی جانب رجوع ہو گیا۔

چنانچہ اپنی آنکھون سے یہ کرشمہ دیکھا کہ جو لوگ پُر چلا رہے تھے۔اور سب تو اُسی کام مین مشغول رہے۔لیکن اُن مین سے ایک شخص جو قوم کا راجپوت تھا کام چھوڑ کر آیا اور ہم لوگون کی طرح پالکی کے ساتھ چلا۔سنڈول پہنچ کر اس نے نہایت پر جوش لہجہ مین مجھ سے کہا کہ میان صاحب مجکو بھی گرو مہاراج کا چیلا کرا دو۔مین اُس کو خدمت والا مین لایا۔اور اُس کی استدعا کا اظہار کیا۔حضور مسکرائے۔اور اُسی وقت اُس کی بیعت لی اور فرمایا۔'' جاؤ مُرید ہو گئے ''۔

چونکہ مشتاقان جمال وارثی کا ہجوم تھا۔اور بکثرت اہل عقیدت داخل سلسلہ ہو رہے تھے۔اس لئے مین دروازہ پر کھڑا ہو گیا۔اور ہر ایک حلقہ بگوش کو شجرہ دینے لگا۔بلکہ بابو کنیالال صاحب بھی میرے ساتھ اسی انتظام مین مصروف تھے کہ ناگاہ وہی ہندو راجپوت میرے پاس آیا۔اور کہا کہ یہ کاغذ مجکو بھی دو۔مین نے کہا تم اس کو کیا کرو گے۔اُس صادق الارادت نے برجستہ کہا کہ قیامت کے دن جب خدا مجھ سے پوچھے گا کہ تو بھی مرید ہوا تو مین یہ کاغذ اس کے ہاتھ مین دیدونگا۔کہ دیکھ لے بابو صاحب موصوف نے کل شجرے میرے ہاتھ سے لے کر اُس کو دے دیے۔اور مکیف ہو کر کہنے لگے کہ ایسے ہی عقیدت شعار حلقہ بگوش شجرہ رکھنے کے مستحق اور سزاوار ہین۔

الغرض جس طرح دہرم پور مین ہزارون عقیدت آئین ظل حمایت وارثی مین پناہ گزین

Scanned with CamScanner

ہوئے اُسی طرح سنڈ ول مین سیکڑ ون اہل ارادت شرف بیعت سے مشرف ہوئے۔ بالآخر حضور اترولی ریلوے اسٹیشن سے سوار ہوکر علی گڑھ تشریف لائے۔ اور بالائے قلعہ حافظ حسن خان صاحب کے مکان مین قیام پذیر ہوئے۔ یہان بھی مریدین و معتقدین کا ہجوم تھا۔ بلکہ وہ مشتاقان زیارت جو بے خبری کی وجہ سے دھرم پور اور سنڈول مین حاضری سے قاصر رہے تھے۔اب جناب حضرت کی تشریف آوری کی شہرت سنکر پروانہ وار۔ اترولی۔ ڈبائی۔ اونٹ گہر۔ چونڈیرہ۔ قادرے باغ وغیرہ سے آئے۔اور سلسلہ وارثیہ مین داخل ہوئے۔

چنانچہ تین روز علی گڑھ مین فیضان وارثی نے خلق اللہ کو مستفید فرمایا۔ جب حضور اقدس نے ہاترس جانے کا عزم کیا تو مجکو بھی رخصت فرمایا۔اور قدمبوس ہوکر مین بچھرایون واپس آیا۔اور اسی مسجد مین آکر پھر تنہا زندگی بسر کرنے لگا۔البتہ اس دلچسپ سفر کی یاد شب تنہائی مین ضرور مونس وغمخوار تھی۔ کہ حضور کے غیر معمولی تصرفات اور قابل یادگار واقعات کا خیال کرنے سے اکثر یہ حال ہوا کہ پہر دن ساکت وصامت بیٹھا رہتا تھا۔

چنانچہ اس سفر کے بعد سے یہ حالت ہوگئی کہ آنکھون کو کوئی سیر وتماشا پسند نہین آتا تھا۔ ہروقت وہی منظر پیش نظر تھا۔ جو حضور کی بدولت دھرم پور کی سیاحت مین دیکھ آیا تھا۔ ہر چند بخیال دلبستگی بعض بزرگون کی خدمت مین حاضر بھی ہوا۔مگر کسی صورت سے تسکین نہ ہوئی۔ بقول

شربت درد تو ہر خستہ کہ نوشید دمے
التفات بہ مسیحا و دم او نکند

اسی انتشار مین دن رات زندگی بسر ہوتی تھی اور یہی خیالات اسقدر استوار ہو گئے تھے کہ کسی وقت دل کو قرار نہ تھا۔مگر والد ماجد کا عرس قریب آگیا تو حسب معمول اس کے انصرام مین مصروف ہوا۔اور بوجہ اس مرتبہ تاریخ معینہ مین بھی اسقدر ترمیم ہوئی

Scanned with CamScanner

کہ بجائے قمری مہینہ کے شمسی مہینہ اختیار کیا۔ چنانچہ ۱۳۱۹ ہجری کا عرس یکم چیت مطابق ۱۴ محرم سے شروع ہوا۔ اور امداد غیبی سے ہر سال اس عرس مین کچھ نہ کچھ ترقی ضرور ہوئی۔ اور اب یہان تک شہرت بھی ہوگئی کہ بعض مشائخین بھی شریک ہونے لگے۔ اور میرے اعزاء و احباب بھی دلچسپی لیتے تھے۔ حتیٰ کہ اس عرس مین تین روز مہمانداری کے ساتھ قوالی بھی ہوئی۔ اور ۳ ر چیت مطابق ۱۶ ر محرم کو یہ تقریب ختم ہوئی۔

اسی اثنا مین معلوم ہوا کہ نور محمد شاہ خادم خاص عہدہ خدمت سے معزول ہو گئے۔ اور فیض شاہ صاحب جو ماتحت تھے اُن کے قائم مقام ہوئے اور سبب معزولی یہ ہوا کہ کچھ عرصہ سے وہ طامع اور حریص اسقدر ہو گئے تھے کہ نا گفتہ بہ ہے اور باوجود متواتر فہمائش کے اس خصلت سے باز نہ آئے۔ اور نہ یہ خیال کیا۔

جہان فانی و کارش جملہ فانی
چہ کار آید ترا گنج و خزانہ

آخر ایک روز سرکار عالم پناہ نے فرمایا کہ دیکھو نور محمد شاہ یہ مشہور مقولہ ہے کہ یار سے دغا اور گرو سے چوری یا ہوا اندھا یا ہو کوڑھی۔ مگر اس اسیر دام حرص و آز نے اس ہدایت کے بعد بھی اپنے اخلاق ذمیمہ کو درست کرنے کی کوشش نہ کی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اُن کا خون محترک ہو گیا۔ اور چہرہ پر تہیج روز بروز بڑھنے لگا۔ اُس وقت اُنھون نے مجبوراً اپنے افعال قبیحہ سے توبہ کی۔ اور شاید اُسی شب کو یہ خواب دیکھا کہ سرکار عالم پناہ نے مجکو ایک دریا مین غوطہ دیکر نکالا تو جسم کی وہ سوزش اور تکلیف بھی جاتی رہی۔ اور ہاتھ پاؤن کا ورم بھی اُتر گیا۔

چنانچہ اس خواب کی بدیہی تعبیر بھی ظاہر ہوگئی کہ دو ہفتہ مین وہ احتراقی حالت معمولی علاج سے جاتی رہی۔ لیکن پھر کچھ عرصہ کے بعد ”کاسہ چشم حریصان پر نشد“ کا مضمون صادق آیا کہ نور محمد شاہ پھر نفس کے دام تزدیر مین گرفتار ہوئے۔ اور حسب عادتِ قدیم ان سے

Scanned with CamScanner

پھر وہی حرکات سرزد ہونے لگے۔ جن کی پاداش بھی فوراً ہوگئی۔ اور چند ہی روز مین پھر وہی آزار رونما ہوا۔ اور احتراقی مادہ عود کر آیا۔ بلکہ اس مرتبہ کوئی علاج مفید نہ ہوا۔ اور عارضہ مین روز بروز ایسی ترقی ہوئی کہ پاؤن کی انگلیان شق ہوگئین۔ اور دونون ہاتھ بھی خراب ہو گئے۔ بدنام بھی ہوئے اور مایہ ملی نہ رام۔ بقول

خیال جہان از دولت دُور کن

بکارت نیاید گہے حرص و آز

چونکہ یہ بھی معمول تھا کہ خادم خاص کھانا کھلانے مین شریک ہو۔ اس حیثیت سے نور محمد شاہ روز مرّہ دستر خوان بچھاتے تھے۔ اور ہر ایک کھانے مین انکا ہاتھ بھی لگتا تھا۔ یہ دیکھ کر دیگر خدام کو عموماً اور مرزا ابراہیم بیگ شیدا۔ اور قاضی بخشش علی صاحب کو خاص طور پر بلحاظ بشریت خیال ہوا اور بہ نظر احتیاط چند مرتبہ جناب حضرت سے ملتمس ہوئے کہ دیگر خدمات اگر یہ انجام دین تو ہم کو عذر نہین۔ لیکن کھانا کھلانے مین جو شریک ہوتے ہین یہ ہم لوگون سے نہین دیکھا جاتا۔

ان کی تسکین کے واسطے کبھی تو جناب والا نے یہ فرمایا کہ عارضہ کو متعدی نہ خیال کرو اور کبھی ارشاد ہوا کہ معمر شخص کو یہ عارضہ نہین ہوتا۔ اور کبھی ان کی دلجوئی اس طرح بھی کر دی کہ فرمایا آیندہ سے کھانا کھلانے مین یہ شریک نہ ہونگے۔ لیکن اس حکم کا عملدرآمد نہ ہوا۔ اور بدستور نور محمد شاہ اپنی خدمت پر مامور رہے۔

آخر ایک روز یہ دونون غلام دست بستہ کھڑے ہوئے اور آبدیدہ ہو کر عرض کیا کہ حضور یہ درخواست منظور فرمائی جائے کہ نور محمد شاہ کُل کام کرین۔ صرف دستر خوان کے قریب نہ آئین۔ چونکہ یہ عرضداشت مشتمل بہ نفسانیت نہ تھی بلکہ عین محبت سے تھی اس لئے قبلہ عالم نے اسی وقت نور محمد شاہ کو نکال دیا۔ مگر اُن کی خدمت کسی دوسرے خادم کو تفویض بھی نہین فرمائی۔ تاہم یہ لوگ خوش ہو گئے۔ اور نور محمد شاہ

تمام دن بصورت مجرم باہر بیٹھے رہے۔

ناگاہ عصر کے وقت حکم ہوا کہ نور محمد شاہ کو بلالو۔ سب کو حیرت ہوگئی۔ اور ابھی بشکل ملزم جو باہر بیٹھے تھے۔ وہ اندر آئے۔ اور اپنا فرض منصبی ادا کرنے مین مصروف ہو گئے۔ لیکن شیدا میان اور قاضی صاحب کو یہ خیال ہوا کہ ہماری استدعا قطعی معزول کرنے کی نہ تھی۔ اس لئے دیگر خدمات کیواسطے بلائے گئے ہین۔ درخواست صرف اس قدر تھی کہ دستر خوان کے قریب نہ جائین۔ وہ شاید منظور ہوگئی ہو۔ اوراب کھانا کھلانے مین یہ شریک نہ ہونے پائین گے۔

لیکن شب کو جب خاصہ آیا تو نور محمد شاہ نے حسب معمول کھانا کھلایا۔ یہ دیکھ کر شیدا میان اور قاضی صاحب کو سخت تکلیف ہوئی۔ مگر اُس وقت بپاس ادب خاموش ہو رہے۔

یہ بھی قاعدہ تھا کہ شب کو بارگاہ وارثی مین علاوہ ہر دو خدام متعینہ کے ایک یا کبھی دو خادم اور بھی ضرور رہتے تھے۔ جن کا کام یہ تھا کہ سرہانے بیٹھ کر کوئی تاریخی واقعہ بیان کرین۔ یا حضور نے کوئی بات کی تو اس کا جواب دین۔ گویا شب کے خادم یہی لوگ ہوتے تھے، اور چونکہ روز شب کی یہی خدمت تھی۔ اس لئے مزاج دانی بھی انھین حضرات کا حصہ تھا۔ اوراس خدمت روزانہ کے لئے تین چار ہی خدام مخصوص تھے۔ منجملہ اُن کے شیدا میان اور قاضی بخشش علی صاحب بھی تھے۔ اتفاق سے اُس شب کو سرکار عالم پناہ نے انھین دونون کو حاضری کا حکم دیا۔ چنانچہ تمام رات نہایت مستعدی سے انھون نے اپنی خدمت بھی انجام دی۔ اور باہم یہ بھی تجویز کیا کہ صبح کو اسکا بھی قطعی تصفیہ کرلیا جائے۔ کہ نور محمد شاہ ہرگز دستر خوان کے پاس نہ جائین۔

صبح کو بھی یہ لوگ اپنی مقررہ خدمت مین مصروف رہے۔ اور جب حضور ناشتہ کر چکے تو یہ دونون غلام ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوئے۔ اور عرض کیا کہ ہم کو رخصت کر دیا جائے۔ ارشاد ہوا۔ ''کہان جاتے ہو''۔ عرض کیا اپنے اپنے گھر۔ فرمایا۔ ''کیون جاتے ہو''۔ عرض کیا

ہم سگِ دنیا ہین۔ باعتبار بشریت یہ نہین دیکھ سکتے کہ جس کھانے کو مجذوم ہاتھ لگائے۔ اس کو آپ تناول فرمائین۔ حالانکہ خود نور محمد شاہ کو احتیاط لازم تھی۔ مگر خود غرضی سے وہ خیال نہین کرتے۔ اور نہ آپ ہماری استدعا منظور فرماتے ہین۔ لہذا اب ہم کو تحمل نہین۔ اس لئے مجبوراً اپنے اپنے گھر جاتے ہین کہ نہ یہان ہون گے نہ اُن کی یہ بدعنوانی دیکھین گے۔

سرکار عالم پناہ تھوڑا غور کرنے کے بعد کھڑے ہوگئے۔ اور دونون غلامون کو سینہ سے لگالیا اور فرمایا کہ ''تم نے ہمارے واسطے دین و دنیا کو چھوڑا''۔ اور یہ بھی محبت کا تقاضا ہے جو کہتے ہو کہ وہ کھانا نہ کھلائین۔ اچھا اب نہ کھلائین گے''۔ اور فیضو شاہ سے ارشاد ہوا کہ تھیلا لیلو۔ اور نور محمد شاہ کو ہٹادو۔ چنانچہ فیضو شاہ نے فوراً اس حکم کی تعمیل کی۔

اس تھیلہ مین حضور کا خاص اسباب رہتا تھا۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ ایک کنگھا۔ ایک سرمہ دانی۔ ایک سلائی۔ اور چند مٹی کے ڈھیلے۔ اور سینک کے خلال۔ اور ایک دو قسم کا چورن۔ یہی تھیلا جس خادم کے پاس ہو وہی خادم خاص کے لقب سے موصوف ہوتا تھا۔ چنانچہ اب تھیلا فیضو شاہ کو مل گیا۔ لیکن معمولاً دوسرے خادم کی بھی ضرورت تھی۔ جس کے لئے مختلف تجویزین پیش ہوئین۔

شاہ فضل حسین صاحب اور شیدا میان نے یہ گذارش کی کہ اوگھٹ شاہ کو بلایا جاوے۔ سرکار نے فرمایا کہ وہ اپنے باپ کی قبر پر رہتا ہے۔ اور یہان کی زبان بھی وہ نہ سمجھے گا۔ پھر ابوالحسن شاہ اور بگڑے دل شاہ کو تجویز کیا۔ حضور نے یہ رائے بھی ناپسند فرمائی۔

مگر فیضو شاہ چونکہ تنہا تھے اس لئے شیدا میان و قاضی صاحب ان کے شریک رہے اور کچھ روز تک یونہین کام چلا۔ لیکن حضور نے دوسرا خادم کسی مصلحت سے مقرر نہین فرمایا خادم خاص صرف فیضو شاہ رہے۔ اور دروازہ پر نعمت علیشاہ رہتے تھے۔ مگر کوئی مخصوص خدمت ان کو تفویض نہین ہوئی تھی۔

اسی زمانہ مین شاہ فضل حسین صاحب نے یہ کل حالات ارقام فرمائے۔ اور مجھ کو

Scanned with CamScanner

طلب کیا۔ کہ خدمت مین رہو۔ مین نے جواب مین ممدوح کو نگارش کیا۔ کہ اول تو بزرگونکا فرمودہ ہے کہ ''نزدیکان رابیش بود حیرانی''۔ دوم سرکار عالم پناہ کی زبان اقدس سے سنا ہے کہ خدمت مین اندھا بنا کے رکھتے ہین۔ لہٰذا مین خادم خاص ہونے سے ڈرتا ہون اور ہمیشہ یہی استدعا ہے کہ جس طرح غلام بنایا ہے۔ اسی طرح غلام بنا کے رکھین۔ اور انشاء اللہ عنقریب زمانہ میلہ کاتک مین حاضر خدمت ہوکر اس کے متعلق زبانی عرض کرونگا۔

چنانچہ ۱۶/صفر ۱۳۲۰ ہجری کو میلہ کاتک مین حاضر ہوا۔ تو یہ کرشمہ قدرت دیکھکر حیرت ہوئی کہ وہی نور محمد شاہ کل جن کا مزاج نہین ملتا تھا۔ آج ایک تیلی کے یہان پڑے ہین۔ اور اس قدر کس مپرسی کی حالت ہے کہ اُن کا سلام کوئی نہین لیتا۔ یہ انقلاب دیکھ کر میرا خیال اور مضبوط ہوگیا کہ واقعی خادم خاص بنکر خدمت کا فرض کماحقہٗ ادا کرنا بہت دشوار ہے۔ لیکن وہ شوق روز افزون تھا کہ درِ دولت پر حاضر ہون۔ بلکہ اس مرتبہ رخصت ہوا تو بچھرایون جانا شاق گزرا کہ ایک دن کا فراق بھی گوارا نہ تھا۔ اور حسرت یہ تھی کہ صبح و شام آستانہ اقدس کی دید ہوتی۔ اور عمر یوہین تمام ہوجاتی۔ بقول جامی علیہ الرحمۃ۔

جز سرِ کویش من دیوانہ رامسکن مباد
بُلبلِ بے خانمان راجائے جز گلشن مباد

لیکن قربان جایئے کہ حضرت وارث پاک نے بندہ نوازی کی یہ شان دکھائی کہ ۱۳۲۰ھ مین شاہ ولایت صاحب کے عرس مین جب حاضر ہوا۔ اور بدستور قدیم درگاہ مین قیام کیا تو چھ روز کے بعد جو میری رخصتی کا وقت تھا آقائے نامدار نے میرے حق مین یہ حکم صادر فرمایا کہ درِ دولت پر حاضر رہو۔ یہ منھ مانگی مُراد پاکر بے حد مسرّت ہوئی۔ بقول۔

پایم نمیرسد بزمین دیگر از نشاط
تاسوائے من بلطف وعنایت تو دیدۂ

اسی کے ساتھ یہ حکم ہوا کہ بستر بھی در دولت پر لگاؤ۔ چنانچہ اُسی روز صدر دروازہ کے قریب پہلی ڈیوڑھی مین بستر بچھایا جس کے جنوبی سمت جو کمرہ تھا اس مین رحیم شاہ صاحب رہتے تھے اور میرے بستر کے پائین شمال کی طرف نعمت علی شاہ کا بستر تھا۔ اب کوئی غم نہ رہا۔ اور اطمینان ہوگیا کہ۔

دی جگہ در پہ شاہ وارث نے
ورنہ اوگھٹ کہان ٹھکانا تھا

پہلے مجکو خدمت مہمان نوازی مرحمت ہوئی کہ زائرین کے قیام اور اُن کے آرام کا انتظام کرون۔ اُن کی آسائش کے لئے روشنی اور پانی وغیرہ موجود رہے۔ صبح و شام اُن کو کھانا پہونچاؤن۔ اور جو ارادتمند حلقہ غلامی مین داخل ہو اُس کو خدمت والا مین پیش کرون۔ لیکن دو ہفتہ کہ بعد مساکین کو روزانہ جو غلہ تقسیم ہوتا تھا اُس کا انصرام بھی مجکو تفویض ہوا۔ اور اب تمام دن انھیں خدمات مین مصروف رہنے لگا اور اپنی قسمت پر خود ناز کرتا تھا۔ بقول۔

خاک قدم دوست شدم نیست کسے را
این عیش کہ امروز مرا در قدم اوست

ایک روز پانی برسا تھا اور ابر کی وجہ سے رات کو تاریکی زیادہ تھی اور مہمانون کو آمدورفت مین بہت تکلیف ہوئی۔ کیونکہ صحن دولت سرائے مین اور صدر دروازے کے باہر روشنی کا قطعی انتظام نہ تھا۔ دوسرے روز جب اُس کی شکایت حضور نے سنی تو یہ خدمت بھی مجھ فقیر کو مرحمت ہوئی۔ مین نے پہلا کام یہ کیا کہ ایک چوبی ستون لالٹین کیواسطے صحن مکان میں اور ایک صدر دروازہ کے باہر پائیخانہ کے قریب اس انداز سے گاڑا جس کی روشنی ہر چہار جانب ہو۔ اور اُن پر لالٹین نصب کردی۔ رات کو جب اُنھین روشن کیا تو سب کو یہ انتظام پسند آیا۔ مگر فیضو شاہ صاحب کو یہ روشنی شاید خوشگوار نہ معلوم ہوئی۔ یا کسی اور

Scanned with CamScanner

وجہ سے جناب والا کی خدمت عالی مین عرض کیا کہ جو بات کبھی نہ ہوئی تھی وہ شروع کی گئی اور جدید منتظم نے لالٹین لگائی ہے۔ حضور نے مجکو بلا کر دریافت کیا۔ مین نے اُس کی ضرورت ظاہر کی۔ اور صحن مکان مین جو لالٹین روشن تھی وہ دکھائی۔ چونکہ اُس وقت خفیف بارش ہو رہی تھی۔ اور ابر غلیظ تھا۔ اُس تاریکی مین وہ روشنی نہایت خوشنما معلوم ہوتی تھی۔ حضور نے فرمایا۔ ''یہ تمہاری ایجاد ہے''۔ مین نے عرض کیا کہ ایک لالٹین باہر بھی لگائی ہے۔ فرمایا۔ ''چلو اُس کو بھی دیکھین''۔ ہر چند خدام نے بارش کا عذر کیا۔ مگر قبلہ عالم صدر دروازہ تک تشریف لائے اور باہر کی لالٹین دیکھکر ارشاد ہوا کہ۔ ''اب مہمانون کو بہت آرام ملیگا''۔

الغرض جب سرکار عالم پناہ کی منظوری ہوگئی۔ تو پھر کسی خادم نے روشنی کی نسبت کبھی اعتراض نہین کیا۔ اور مین وقت اور موقع کے لحاظ سے جہان اور جس قدر روشنی کی ضرورت دیکھتا تھا اُس کا انتظام کرتا تھا۔

ایک روز قبلہ عالم نے مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ خطوط لائے۔ مین نے عرض کیا کہ ہر پرشاد چٹھی رسان لاتا ہے وہ ابھی آیا نہین۔ ارشاد ہوا کہ۔ ''تم ڈاکخانہ جا کر لاؤ''۔ مین فوراً گیا اور حضور کے نام جس قدر خطوط آئے تھے لا کر خدمت والا مین پیش کئے جناب حضرت بیٹھ گئے اور خطوط لیکر فرمایا۔ ''اتنے خط آئے ہین''۔

چونکہ اس زمانہ مین ظہور اشرف میان چٹھی رسان سے خطوط لیکر بے ترتیب طریقہ سے اُنکا مفہوم سنا دیا کرتے تھے۔ اسی خیال سے وہ بھی آئے۔ اور خطوط لینا چاہے۔ مگر سرکار عالم پناہ نے بجائے اُن کے خطوط میرے ہاتھ مین دیدیئے۔ اور ایک خط ملاحظہ فرمانے لگے۔

اُس روز سے یہ خدمت بھی مجکو نصیب ہوئی کہ روزانہ ڈاکخانہ سے خطوط لا کر خدمت والا مین پیش کرتا تھا۔ اور جس خط کے جواب مین جو ارشاد ہوتا تھا وہ لکھدیا کرتا تھا۔ عرصہ تک تو یہی صورت رہی۔ مگر پھر حضور نے فرمایا کہ۔ ''تم پڑھ کر خلاصہ اس کا سنا دیا کرو کہ کس کا خط ہے اور کیا مضمون ہے''۔ چنانچہ کچھ روز یہ طریقہ رہا کہ مفہوم خط سنکر جواب مین ارشاد ہوا۔ وہ لکھدیا کرتا

تھا لیکن بعد کو یہ قاعدہ بھی عارضی ثابت ہوا۔ کیونکہ پھر مضمون سنکر یہ فرماتے تھے کہ جواب لکھد دیبن جواب لکھ کر سنا دیا کرتا تھا۔

چونکہ عموماً خدام کا یہی کام تھا کہ ہمہ وقت حضور کی طبیعت بہلانے کی کوشش کرتے تھے۔ اور اگر کسی کی باتون پر یا کوئی دلچسپی کا سامان کسی نے ایسا پیش کیا کہ قبلہ عالم نے تبسم فرمایا۔ تو اس آن واحد کے مسکرانے کو وہ خادم اپنی عین کامیابی اور سرمایہ فخر ومباہات سمجھتا تھا۔ جو محبت کا خاص تقاضا ہے اسی خیال سے میرا بھی یہ معمول تھا کہ شب کو جناب والا جب خاصہ نوش فرماتے تھے تو شمعدان لیکر سامنے حاضر رہتا تھا اور بعض مجاذیب کا تذکرہ یا قلندرانہ مذاق کے جملے عرض کرتا تھا۔ تا کہ حضور محظوظ ہون اور دو لقمہ زیادہ تناول فرمائین۔ کیونکہ غذا آپنے بہت کم کردی تھی۔ اور وفور ضعف سے چلنے مین پاؤن کو لغزش ہوتی تھی۔

مین نے یہ بھی اختیار کیا تھا کہ ایک بجے دن کو چونکہ اکثر تخلیہ رہتا تھا اُس وقت سرکار عالم پناہ کی دلبستگی کے واسطے مشائخین عظام کا عاشقانہ کلام سناتا تھا۔ چنانچہ ایک روز والد مرحوم کی غزل جس کا مطلع یہ ہے۔

ما کافر عشقیم دگر کار نہ داریم

از کفر وز اسلام سروکار نہ داریم

پڑھنا شروع کی تو حضور نے پہلا شعر سنکر اپنا دست مبارک بلند کیا۔ اور فرمایا کہ یہ کس کی غزل ہے۔ عرض کیا کہ والد مرحوم نے لکھی تھی۔ ارشاد ہوا۔ ''وہ فقیر تھے''۔

لیکن خواجہ امیر خسرو علیہ الرحمۃ کا کلام حضور کو زیادہ پسند تھا۔ بلکہ اکثر یہ بھی ارشاد ہوا ہے کہ ''مُرید ہو تو ایسا ہو۔'' جیسے امیر خسرو اپنے پیر کے مرید صادق تھے۔ مگر پیر کو بھی لازم ہے کہ ایسے خلوص ومحبت سے مرید کی نگرانی کرے کہ مابین پیر و مرید حجاب غیرت نہ رہے۔ اور باہم اتحاد بلکہ عینیت ہو جائے۔ کیونکہ پیر و مرشد کا رشتہ ایسا ہے جیسے باپ اور بیٹا۔ یا اُستاد اور شاگرد۔ یا شوہر اور بیوی۔ جو متحد اور باہم خیر اندیش ہوتے ہین۔

Scanned with CamScanner

یہی صورت پیر و مرید کی ہے۔ پیر کی عنایت و شفقت ہی سے مرید کے دل مین اطاعت ومحبّت کا مادّہ پیدا ہوتا ہے۔ اور بالآخر یہی اطاعت ومحبت اُس کو فائز المرام کرتی ہے۔

پیرومرید کواگر باپ اور بیٹا قیاس کیا جائے تو اُسی کے ساتھ یہ بھی سمجھو کہ وہ مجازی باپ ہے۔اور پیر روحانی باپ ہے۔وہ جسمانی نشونما کے واسطے اگرلذیذ غذائین کھلاتا ہے تو یہ روحانی عروج وترقی کیلئے نعمائے معنوی سے پرورش کرتا ہے وہ ہر وقت اگر امراض جسمانی سے محفوظ رکھتا ہے۔تو یہ ہرآن اغوائے شیطانی سے نگہداشت کرتا ہے۔ بیٹا اپنے باپ کے اموال ظاہری کا مالک ہوتا ہے۔مرید اپنے پیر کے علوم باطنی کا مستحق ہے۔جس طرح بیٹا اپنے باپ کی نشانی ہے اسی طرح مرید اپنے پیر کی زندہ یادگار ہے۔

اوراگر پیر کو بجائے اُستاد اور مرید کو بمنزلہ شاگرد تصور کرو تو یہ تمثیل بھی صادق آتی ہے کہ استاد اپنے فنون سفینہ سے شاگرد کو فائدہ پہونچاتا ہے اور پیر علوم سینہ کے فیوض و برکات تفویض فرماتا ہے۔ یہ استاد مجازی ہے جو شاگرد کو علوم ظاہری سے ماہر کرتا ہے۔اور پیر چونکہ معلم حقیقی ہے وہ مُرید کو معنوی تربیت سے شائستہ بناتا ہے۔جس طرح مجازی اُستاد کی تعلیم سے مختلف لغات معلوم ہوتے ہین۔اُسی طرح حقیقی معلم کی توجہ نکات حقیقت اور رموز معرفت سے آگاہ کرتی ہے۔مجازی اُستاد کی عنایت سے شاگرد روشن خیال ہوتا ہے۔حقیقی اُستاد کی ہدایت سے مرید کا مکدر قلب نورانی ہوتا ہے۔اُستاد بھی اپنے شاگرد کی نگرانی کرتا ہے اور پیر بھی اپنے مرید کا معاون ودستگیر رہتا ہے۔

دست پیر از غائبان کوتاہ نیست

دست اوجز قبضہ اللہ نیست

علیٰ ہذا زن وشوہر کا اتحاد اور پیر و مرید کا تعلق بھی تقریباً یکسان۔اور بہت مشابہ معلوم ہوتا ہے۔کہ جس طرح باہم میان اور بیوی ہم راز ہوتے ہین۔اسی طرح پیر مرید کی

حالت سے خبردار اور مرید پیر کا راز دار ہوتا ہے۔ بلکہ ظاہر ہے کہ جب تک زن وشوہر مین حجاب رہتا ہے۔ نکاح کا کوئی فائدہ نہین ہوتا۔ وہی صورت پیرومرید کے تعلقات کی ہے کہ جب تک مرید محجوب ہے۔ پیر کے فیوض و برکات سے مستفید نہیں ہوسکتا۔ اور یہ حجاب درحقیقت خود پرستی کا نام ہے۔ البتہ اس حجاب غیریت کو صرف محبت کا ہاتھ اُٹھا سکتا ہے اور جب یہ حجاب اُٹھ جاتا ہے تو مرید کو تصدیق ہوجاتی ہے اور جوش وجد مین زبان حال سے کہتا ہے۔

ما کہ از عین الیقین حق الیقین را دیدہ ایم

از دلیل ظنی و تشکیک برہان فارغیم

اور یہ تو مسلمہ ہے کہ محبت کا نتیجہ آخر عیبت ہے جس کی شہادت خواجہ امیر خسرو کی حالت سے بخوبی ملتی ہے۔ کہ صرف اُن کے خلوص نے اُن کو اس مرتبہ پر پہونچایا کہ آج پیر پرست ہونیکا مخصوص شرف بھی اُن کو حاصل ہے۔ اور مرید صادق کا ممتاز خطاب بھی اُن کے نام نامی کے ساتھ ضم ہے۔ لیکن

این سعادت بزور بازو نیست

تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

ایک روز خدمات مقررہ کی انجام دہی مین مشغول تھا کہ حضور نے مجکو دیکھا اور ازراہ بندہ نوزی فرمایا کہ۔ ''تم اپنے والد کا عرس کراؤ''۔ مین نے بکمال ادب عرض کیا کہ ابتدا سے میرا یہ خیال تھا کہ جب تک بچھرایون مین رہونگا عرس بھی کرونگا چونکہ اب میرا قیام وہان نہین ہے۔ اس لئے عرس کے انتظام سے بھی مجکو کوئی تعلق نہ ہونا چاہیے۔ لیکن حضور نے مکرر فرمایا ''نہین وہ فقیر تھے۔ جاؤ اور عرس کا انتظام کرو''۔ اور خادم خاص سے ارشاد ہوا کہ۔ ''چھپی ہوئی چادر ہو تو لاؤ''۔ فیضو شاہ نے چند چادرین پیش کین۔ جناب والا نے تین چادرین جنھیں دو گلابی اور ایک بیجنی رنگ کی تھی یہ فرما کر مجکو مرحمت فرمائین کہ۔ ''ہماری طرف سے چڑھا دینا

چنانچہ ۱۷رذیقعدہ کو مین دیویٰ شریف سے روانہ ہوا۔ اور بچھرایون پہونچکر عرس کا انتظام شروع کر دیا۔ اور حسب معمول ۱۴رذی الحجہ کو افتتاح عرس کے روز ایک گلابی چادر سہراب شاہ کے مزار پر اور بیجنی چادر والد کے مزار پر چڑھادی مگر ایک گلابی چادر باقی رہ گئی کیونکہ اُسوقت تک دو ہی مزار تھے۔ تاہم وہ چادر اس خیال سے مین نے محفوظ رکھی کہ یہ بیکار نہین آئی ہے۔ ضرور اس مین کوئی راز مستتر ہوگا۔

پیشوائے برحق کی امداد سے یہ عرس بھی نہایت خوبی کے ساتھ ہوگیا۔ بلکہ گذشتہ عرس کے اعتبار سے کسی قدر انتظام زائد کرنا ہوا۔ کیونکہ مہمان بھی زیادہ آئے۔ اور اہل قصبہ نے بھی غیر معمولی دلچسپی لی۔ چنانچہ ۱۶رذی الحجہ کو قل ہوا۔ اور ۲۰رذی الحجہ کو مین دیویٰ شریف واپس آیا۔ اور بدستور اپنے فرائض منصبی ادا کرنے مین مصروف ہوا۔

لیکن اتفاق سے ۲۸رجمادی الاولیٰ ۱۳۲۱ ہجری کو بضرورت ایک ہفتہ کیواسطے بچھرایون پھر آیا۔ تو حافظ علی بخش صاحب نے جو مسجد سہراب شاہ کے قریب رہتے تھے۔ اپنا یہ خواب مجھ سے بیان کیا کہ ایک شب کو مین نے دیکھا کہ احاطہ کی شرقی دیوار افتادہ کی طرف سے مسجد مین آنا چاہتا ہون تو مجکو یہ کرشمہ نظر آیا کہ ہر دو مزار کے مابین پکھریا کے درخت کے نیچے ایک درویش تہبند پوش اور گیسو دراز شیر کا تکیہ لگائے بیٹھے ہین۔ وہ شیر مجکو دیکھکر حملہ آور ہوا تو مین بھاگا اور پھر دروازہ کی جانب سے آنے کا قصد کیا تو دیکھا کہ وہی شاہ صاحب اُسی ہئیت سے صحن مسجد مین تشریف رکھتے ہین۔ اُسوقت مین نے آپ کو پکارا۔ اور آپ مسجد سے باہر آئے تو وہ شیر بھی اور شاہ صاحب بھی اُسی درخت کے نیچے روپوش ہوگئے۔ اور آپنے کہا کہ ڈرو نہین یہ شاہ صاحب کا مزار ہے اور شیر اُن کی سواری کا ہے۔

یہ خواب سنکر دوسرے روز اُسی مقام پر قریب ایک گز عمیق کھدوایا۔ تو ایک قبر نظر آئی۔ مین نے اسیوقت نانا چودھری حبیب اللہ خان صاحب اور ماموں حاجی

Scanned with CamScanner

اشفاق حسین خان صاحب اور بھائی چودھری ظفر الدین خان صاحب اور ماموں چودھری حافظ عبدالمجید خانصاحب کو بلاکر وہ قبر دکھائی۔ اور مشورہ کیا تو سب نے بالاتفاق کہا کہ اس کو بلند کر کے بنوادینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ مولوی قیام الدین صاحب کے خرچ سے وہ قبر بھی بلند کرا دی اور تینون قبرون کے چہار جانب پختہ چبوترہ بنوادیا اور اُسوقت وہ تیسری چادر جو میرے پاس محفوظ تھی اُس نو برآمد قبر پر چڑھادی۔ اور معلوم ہوا کہ اس مین یہ راز مضمر تھا کہ جو قبر ہماری آنکھون سے پوشیدہ تھی۔ وہ حضور کے پیش نظر تھی۔ بقول حافظ علیہ الرحمۃ

مصلحت نیست کہ از پردہ برون اُفتدراز
ورنہ در مجلس شاہان خبرے نیست کہ نیست

بعدکو دیگر ذرائع سے معلوم ہوا کہ ہر چند سُہراب شاہ قادریہ سلسلہ کے درویش اور رحمت اللہ شاہ صاحب کے مرید تھے۔ لیکن اُن کے سلسلہ چشتیہ کے پیر طریقت کا یہی مزار ہے۔ اور یہ مسجد بھی انھین کے ساختہ ہے۔

الحاصل ۶ ر جمادی الثانی کو دیویٰ شریف مین حاضر ہوکر شرف قدمبوسی سے مشرف ہوا۔ اور جدید قبر کا ظاہر ہونا بھی خدمت والا مین عرض کیا۔ اور چند ماہ کے بعد اُس سال کے عرس کا انتظام بھی اسی طریق سے کیا کہ حسب اجازت جناب حضرت ۴ ر ذیقعدہ کو بچھرایون گیا۔ اور بعد اختتام عرس ۱۹ ر ذی الحجہ کو دیویٰ شریف واپس گیا۔

علیٰ ہذا اسی عرس کے سلسلہ مین ۱۳ ر ذی الحجہ ۱۳۲۲ ہجری کو پھر بچھرایون گیا اور حسب دستور ۱۴ ر محرم سے عرس شروع ہوکر ۱۶ ر تاریخ کو ختم ہوا۔ اور ۱۸ ر تاریخ کو معہ چند اعزا اور اُن کی مستورات کے بچھرایون سے روانہ ہوکر ۱۹ ر محرم کو دیویٰ شریف

Scanned with CamScanner

مین جس وقت پہونچا اور خدمت بابرکت مین حاضر ہوا تو دیکھا کہ زکام کی وجہ سے گو نہ حرات اور کسی قدر آواز بھاری ہے۔ ہر چند یہ شکایت ایسی نہ تھی کہ باعث تردد ہو مگر خدام کو غیر معمولی طور پر اور متفکر پایا تو مجکو بھی یہ خیال ہوا کہ مزاج ناساز ہے۔ مہمانوں کو قدمبوسی کا موقع بہت کم ملیگا۔ اور خصوصاً عورتون کی حاضری تو یقینی دشوار ہو گی اس لئے جو میرے ہمراہ آئے ہین اُن کا جلد سے جلد واپس جانا مناسب ہے۔ چنانچہ دوسرے روز سب کو رخصت کرادیا۔

چونکہ شیدا میان بھی بغرض شرکت عرس بچھرایون گئے تھے۔ اس لحاظ سے حضور نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ۔ ''شیدا کہان ہین''۔ عرض کیا کہ وہ لکھنو مین ٹھہر گئے ارشاد ہوا کہ ''تار دیکر بلالو''۔ حسب الحکم اسی وقت تار دیا۔ اور رات کی گاڑی سے شیدا میان بھی نہایت متوحش اور منتشر آئے۔ اور تپ مین ترقی دیکھی تو ۲۱ر محرم کو مختلف مقامات پر علالت کی اطلاع بذریعہ تار دی گئی۔ اور ۲۲ر سے ۲۳ر تک پٹنہ سے مولوی محمد یحیٰ صاحب اور جسٹس سید شرف الدین۔ دھرم پور سے نواب عبدالشکور خان صاحب علیگڑھ سے بابو کنیالال صاحب اور حافظ حسن خان صاحب۔ ضلع سلطان پور سے راجہ دوست محمد خان صاحب۔ زمانیہ سے حاجی وصی الزمان خان صاحب آ گئے۔ اور علاوہ ان کے جس کو معلوم ہوا کہ حضور کا مزاج ناساز ہے وہ فوراً حاضر ہوا۔ چنانچہ دو روز مین در دولت پر غلامان وارثی کا ہجوم ہو گیا۔ اور سب کی متفقہ رائے سے ۲۳ر محرم کو حکیم عبدالعزیز صاحب لکھنو سے بلائے گئے اور باقاعدہ علاج شروع ہوا۔

حکیم صاحب نے ذات الجنب تجویز کیا اور ایک نسخہ خیساندہ کا اور ایک قیروطی کا لکھا جس کو نواب عبدالشکور خان صاحب نے اپنی نگرانی مین اُسی وقت تیار کرایا۔ اور دواساز متعین کئے۔ بلکہ ہر ایک نسخہ بکمال احتیاط اپنے سامنے بنواتے تھے۔ اور یہ سعادت اُنھین کو نصیب ہوئی کہ آخر وقت تک اس خدمت کو جناب موصوف نے

انجام دیا۔

لیکن باوجودیکہ وقت خیساندہ بھی استعمال ہوا۔ اور قیروطی کی متواتر مالش بھی کی گئی۔ مگر کسی قسم کا فائدہ محسوس نہ ہوا۔ بلکہ ۲۴ ر تاریخ کو جب بجائے افاقہ کے مرض مین ترقی دیکھی اور ضعف بھی زیادہ ہوگیا۔ اُس وقت حکیم صاحب نے نہایت غور وفکر کے ساتھ نسخہ مین کافی ترمیم کی۔ اور تقویت کیواسطے سہ پہر کو جواہر مُہرہ معتدل بھی کھلایا۔ مگر شب کو تپ بدستور رہی۔ اور اخراج بلغم مین بھی کوئی آسانی نہ ہوئی۔ حتیٰ کہ ۲۵ ر تاریخ کو بھی شدائد مرض بدستور رہے تو حکیم صاحب نے خیساندہ کا نسخہ جدید لکھا۔ اور مختلف طور پر خارجی تدبیرین بھی کین۔ ''مگر روغن بادام خشکی می نمود''۔ کا مضمون پیش آیا کہ بجائے فائدہ کے مرض بڑہتا گیا۔

۲۶ ر محرم کو مریدین ومعتقدین کا در دولت پر اژدحام تھا اور اس مجمع مین چونکہ ہر طبقہ کے لوگ تھے۔ جن مین دس پانچ مقتدر طبیب بھی تھے۔ اُن کی رائے یہ ہوئی کہ حکیم عبدالعزیز صاحب حاذق اور تجربہ کار طبیب ضرور ہین۔ لیکن چار روز کے مسلسل علاج سے جب کوئی افاقہ محسوس نہین ہوتا۔ بلکہ روز بروز شدائد مرض مین ترقی ہے اور جس رفتار سے ضعف بڑھ رہا ہے اس کو خطرناک کہا جائے تو بیجا نہوگا۔ اسلئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اب دوسرے طبیب سے رجوع کیا جائے۔ ورنہ خدانخواستہ حرارت عزیزی مین آئیندہ انحطاط ہوا تو پھر اس کا بھی موقع نہ رہیگا۔

چنانچہ دیگر مقتدر حضرات نے بھی اس رائے کو پسند کیا۔ اور بالآخر اخوان ملت نے یہ تجویز کیا کہ حکیم عبدالحئی صاحب رئیس قصبہ مہونا جو نہایت قابل طبیب ہین۔ اور بلحاظ عقیدت جناب والا کی عیادت کے واسطے حاضر بھی ہوئے ہین۔ اُن کا علاج کیا جائے۔

الغرض اُسی وقت سے علاج تبدیل ہوا۔ غلامان وارثی نے بکمال شکرگزاری

Scanned with CamScanner

حکیم عبدالعزیز صاحب کو رخصت کیا۔ اور حکیم عبدالحیٔ صاحب نے اس احتیاط سے نسخہ مرتب کیا کہ وہ غلامان وارثی جن کو فن طب مین کافی دسترس تھا۔ اور اپنے اپنے وطن مین مشہور طبیب تھے اُن کو بھی شریک کیا۔ اور ہرامر مین اُن سے مشورہ کیا۔ اور دوا بھی اپنے ہاتھ سے تیار کی جس کے استعمال سے گونہ سکون اُسی روز ہوا۔ اور ۲۸ رتاریخ کو تو خلاف اُمید اسقدر افاقہ ہوگیا کہ تپ بھی بہت خفیف آئی۔ اور بلغم بھی بآسانی خارج ہوا۔ یہ دیکھکر جملہ حلقہ بگوش مسرت کے جوش مین سجدۂ شکر بجالائے۔ اور اُمید ہوئی کہ اب صحت مین ترقی ہوگی۔

اس دوران مین جس طریق سے علاج مین اہتمام بلیغ تھا۔ اُسی صورت سے اس کی بھی کامل احتیاط تھی کہ حضور کے گرد و پیش بجز خدام اور تیمارردارون کے عام لوگ مجتمع نہ ہون۔ اور تیماردار بھی زیادہ بلند آواز سے باتین نہ کرین جو درحقیقت مخل آسائش اور باعث تکلیف ہوتی ہین۔ بدین وجہ یہ انتظام تھا کہ عام طور پر لوگ حاضرنہین ہوسکتے تھے۔ اور دورروز سے دردولت پر اہل ارادت شوق زیارت مین بیچین تھے۔ لیکن مزاج ہمایون کے اس افاقہ اور سکون سے اُن کو یہ موقع مل گیا کہ خدمت بابرکت مین حاضر ہوکر حلقہ غلامی مین داخل ہونے لگے۔

اسی اثنامین ایک شخص درہ خیبر (افغانستان) کا باشندہ نہایت مضطر و بیقرار حضور کی خدمت مین پروانہ وار حاضر ہوا۔ بقول

عاشقان سوئے حضر تش بدست
عقل در آستین و جان بردست

اور آبدیدہ ہوکر زبان پشتو مین کچھ عرض کیا۔ جناب حضرت نے اُس طالب صادق کو تہبند فقر مرحمت فرمایا۔ اور نادرشاہ خطاب عطا ہوا اور ارشاد ہوا کہ

Scanned with CamScanner

''جاؤ۔ سیر کرو۔ دوسری صورت نہ دیکھنا''۔ اُس حق نیوش نے حالت وجد و جوش مین قدمبوس ہوکر عرض کیا۔

چگو نہ شکر تو ان گفتن این کرامت را

کہ خلعتِ شہ عالم بدین گدا برسد

قدیم خدام سے معلوم ہوا کہ پہلے بھی یہ طالب راہ فقر حاضر ہوا تھا اور تعلقات دنیا سے دست بردار ہونا چاہتا تھا۔ جناب حضرت نے اُس کی بیعت تو لی۔ مگر خرقہ کی نسبت یہ فرما کر رخصت کر دیا تھا کہ۔''ابھی جاؤ۔ تین برس کے بعد آنا۔ اُسوقت تہبند بھی دینگے''۔ چنانچہ وہ سہ سالہ مدت اب ختم ہوئی تھی کہ وہ خدا شناس پھر حاضر ہوا۔ اور ہمارے صادق الاقرار پیشوا نے اپنا وعدہ وفا کیا کہ خلعت فقر اور خطاب شاہی مرحمت فرما کر اس کو فائز المرام کر دیا۔

ہر چند اس افغانی کی پہلی حاضری کے واقعات بھی عجیب وغریب ضرور ہین۔ لیکن بخوف طوالت ان کو چھوڑ کر اسیقدر عرض کرتا ہون کہ اس باخبر اور ذیہوش تہبند پوش کا ایک غیر معمولی واقعہ یہ ہے کہ جب خرقہ وارثی پہنکر چلا تو پہلے دروازہ تک جاتے ہر شخص نے دیکھا مگر صدر دروازہ پر گو متعدد حضرات موجود تھے اور بستی مین اور بستی کے باہر اسٹیشن تک آیند و روند کا سلسلہ ایسا تھا کہ تا علالت کسیوقت بند نہ ہوا۔ مگر یہ تہبند پوش نہ دُولت پر کسی سے ملا۔ اور نہ بستی مین کسی سے ملاقات ہوئی اور نہ راستہ مین اسٹیشن تک کسی نے اسکو دیکھا۔ بلکہ ہنوز یہ نہیں معلوم ہوا کہ یہ سیاح زندہ اور کہین مقیم بھی ہے یا جان بحق تسلیم ہوا۔ چنانچہ سعدی علیہ الرحمۃ کا یہ شعر کس قدر اس مفقود الخبر کے حسب حال ہے۔

این مدعیان در طلبش بیخبرانند

کانرا کہ خبر شد خبرش باز نہ آمد

Scanned with CamScanner

۲۹ رمحرم کو بھی حکیم عبدالحئ صاحب کا وہی نسخہ دیا گیا۔ اور جناب والا کی طبیعت چونکہ بشاش دیکھی تو اکثر اہل ارادت حاضر خدمت ہوئے۔ اور راہنمائے برحق نے اُن کی حمایت اور دستگیری فرمائی۔ ناگاہ ایک معمر سادُھو نانک شاہی بھی حاضر ہوئے اور قدمبوس ہو کر سنسکرت مین شاید کوئی اشلوک پڑھا۔ جس کے اثر سے خود مکیف ہو گئے۔

چنانچہ جناب والا نے باوجود اس ضعف و نقاہت کے اُس طالب صادق کو اقرار توحید اور تلقین استغفار کے بعد اپنے سلسلہ مین داخل کیا اور پوچھا کہ تمہارا کیا نام ہے۔ سادُھو جی نے عرض کیا اے مرشد ذی اساس اس بے بضاعت فقیر کو نیم داس کہتے ہین۔ لیکن یہ لقب تو مجازی ہے۔ حقیقی نام اس ناچیز غلام کا وہی ہوگا جو حضور تجویز فرمائین گے۔ بقول

بندہ رانام خویشتن نبود
ہرچہ مارا لقب کنی آنیم

جناب حضرت نے اُس حق شناس کی حالت پر مزید عنایت فرمائی کہ علاوہ واردت قلبی کے اُس کے ظاہری لباس مین بھی تبدیلی منظور ہوئی۔ خادم خاص سے ارشاد ہوا کہ۔ ''تہبند اور لنگوٹ بھی ان کو دیدو''۔ اور نہایت ضعیف آواز سے اُس عاشق جانباز کو یہ ہدایت فرمائی کہ۔ ''اب تمہارا نام رسول شاہ۔ دنیا کیواسطے کوئی کام نہ کرنا اور خدا کی محبت مین جان دینا''۔ چنانچہ اُسی سال طلب الٰہی مین رسول شاہ صاحب مکہ معظمہ گئے۔ اور حج بیت اللہ سے مستفیض ہوئے بقول۔

مور مسکین ہوسے داشت کہ در کعبہ رسد
دست در پائے کبوتر زد و ناگاہ رسد

بلکہ بعد ادائے حج مدینہ منورہ کے راستہ مین اُن کو یہ سعادت نصیب ہوئی کہ

وصل یار کی جستجو مین اس دار فانی سے ملک جاودانی کو روانہ ہوئے۔ سبحان اللہ ایک ساعت کے فیضان صحبت نے خاک سے پاک کر دیا۔ جوار یار مین مسکن گزین ہوئے۔ حیات ابدی پائی۔ بیڑا پار ہو گیا۔ سچ ہے بقول سعدی علیہ رحمۃ

دست در دامن مردان زن و اندیشہ مکن

ہر کہ با نوح نشیند چہ غم از طوفانش

علیٰ ہذا اور متعدد ارادتمند بھی خدمت بابرکت مین حاضر ہوئے۔ اور اُن کو بھی جناب حضرت نے داخل سلسلہ فرمایا۔ لیکن بعد زوال حضور کی طبیعت پھر مضمحل اور نڈھال ہو گئی۔ حکیم صاحب نے دیگر تدابیر سے اشتداد تپ کو روکنا چاہا۔ مگر اُنکی کوئی کوشش مؤثر نہ ہوئی۔ اور تمام شب مزاج بدستور ناساز رہا۔ ۳۰ تاریخ کو بدستور صبح کے خیساندہ کے ساتھ بعض مفرحات کا بھی استعمال ہوا۔ مگر جب کوئی فکر سودمند نہ ہوئی تو حکیم صاحب مایوس ہو گئے۔ اور کہنے لگے کہ طبیعت اسقدر ضعیف ہے کہ دوا اپنا فعل نہین کرتی۔

اس عرصہ مین حکیم نصیر الدین صاحب وارثی متوطن اٹاوہ نے نہایت پر جوش الفاظ مین جملہ حاضرین سے مخاطب ہو کر یہ کہا کہ شام سے مین یہان حاضر ہون۔ اور بار بار یہ خیال گزرتا ہے کہ مین نے فن طب کس دن کے لئے حاصل کیا ہے۔ اگر آج پیشوائے دین کی معمولی خدمت سے بھی محروم رہا تو میری اس معلومات کا عدم وجود برابر ہے۔ لہٰذا مستدعی ہون کہ آپ حضرات ازراہ عنایت مجکو اسقدر اجازت مرحمت فرمائین کہ مین بھی قسمت آزمائی کرون اور ایک نسخہ لکھون جس کو یہ مقتدر معالج بھی ملاحظہ فرمائین اور بعد ترمیم و اصلاح اگر مناسب متصور ہو تو اُس کا استعمال کیا جائے ورنہ چاک کر دیجئے گا۔ حکیم نصیر الدین صاحب کی اس خلوص آمیز تقریر کا ایسا گہرا اثر ہوا کہ اخوان ملت نے بالاتفاق کہا کہ حکیم صاحب آج

بلا افتراق حیثیت ہم غلامان وارثی کو یہ استحقاق مساوی ہے کہ اپنے رہنمائے کامل کی صحت وتندرستی کے واسطے جو امکانی کوشش ہو۔ ضرور کرین۔ اس لئے ہمارا یہ خیال ہے کہ حضور کی صحت کی نسبت کوئی خدمت ایسی نہین معلوم ہوتی جو ہمارے دوش بدوش آپ نہ کر سکتے ہون۔ بہت ممکن ہے کہ آپ ہی کا خلوص آقائے نامدار کو پسند آجائے۔ اور وہ بندہ نواز صحت ظاہری کی جانب طبیعت رجوع فرمائے۔ لہٰذا ہم خوشی کے ساتھ عرض کرتے ہین کہ جس طرح آپنے اس مبارک خیال کا اظہار کیا ہے اسی طرح بغیر کسی انتظار کے نسخہ کی ترتیب مین عجلت فرمایئے۔ بقول

آن دم کہ دل بعشق وہی خوش دمے بود
درکار خیر حاجت ، ہیچ استخارہ نیست

چنانچہ حکیم صاحب موصوف نے اُسی وقت ایک نسخہ پینے ایک جوارش کا۔ ایک گولیونکا۔ ایک قیروطی کا۔ ایک لخلخہ کا لکھا۔ جس کے ہر جزو پر حکیم یعقوب بیگ صاحب حکیم عبدالحئ صاحب۔ حکیم منصب علیصاحب حکیم جمیل الحق صاحب نے غور کیا۔ اور اُن حضرات کے مشورے سے تھوڑی ترمیم کے بعد ہر ایک نسخہ مکمل سمجھا گیا۔ اور فوراً اُن کی تیاری کا انتظام ہوا۔ اور بعد عصر پہلی خوراک پلادی گئی۔

اب ہر شخص ہمہ تن گوش برآواز تھا کہ عنقریب یہ مژدہ سُنین گے کہ حکیم نصیر الدین صاحب کا علاج موافق مزاج ہوا۔ مگر ہماری بدقسمتی سے معاملہ برعکس ہوا کہ بجائے سکون کے شدائد مرض مین ترقی ہوئی۔ اور وفور ضعف سے حضور نے خاموشی اختیار فرمائی۔ اگر کسی وقت کوئی بات کی بھی تو ایسی ضعیف آواز سے کہ جس کا سننا اور سمجھنا بھی خدام کو دشوار تھا۔ یہ حالت دیکھکر اطبا

Scanned with CamScanner

متفکر ہوئے۔ اور اکثر تدبیرین کین مگر کوئی کوشش بکار آمد نہ ہوئی۔

ہر چند شدائد مرض ناقابل برداشت تھے۔ لیکن حضور نے کمال استقلال سے وہی عاشقانہ شان دکھلائی۔ جو آپ کے مسلک کی مخصوص صفت ہے کہ بجز سکوت و تحمل کے آپ کے کسی فعل سے اضطراب و اضطرار کا ضمناً بھی اظہار نہین ہوا۔ بلکہ اطبا نے بھی اگر پوچھا کہ مزاج کیسا ہے تو نہایت اطمینان سے ہی ارشاد ہوا کہ اچھا ہے۔ یا دردسر یا تشنج اعضاء کو تصریحاً دریافت کیا تو قبلہ عالم نے مجملاً بھی کسی تکلیف کا ذکر کبھی نہین فرمایا۔ اور کسی حالت مین حرف شکایت زبان پر نہین آیا۔

بلکہ اس علالت پر موقوف نہین ہے۔ حضور کا صبر و تحمل ہمیشہ آبائی رضا و تسلیم کا نمونہ رہا ہے۔ اور آپ کے عادات مین ہے کہ کبھی مرض کا اظہار نہین کیا۔ اور نہ کبھی اُس کے درد سے بیقرار ہوئے۔ خدام کو انداز سے اگر کسی تکلیف کا امتیاز ہوا تو بہ اصرار تمام علاج کیا۔ وہی صورت اس علالت مین پیش آئی کہ حضور نے کسی تکلیف کی تصریح نہین فرمائی اور اس آخری نسخہ کے استعمال کے بعد بھی جو مرض کی شدت ہوئی۔ اور تدبیر سے اس کا ازالہ نہ ہو سکا تو شاید اس کا بھی یہی سبب ہو کہ شکایات کا کلیۃً انکشاف نہ ہوا۔ اور اطبا مجبور ہو گئے۔ حتیٰ کہ حرارت عزیزی سرعت کیساتھ انحطاط پذیر ہوئی اور اُمید صحت منقطع ہونے لگی۔

عصر کے بعد شدت ضعف سے انتظام انفاس مین غیر معمولی تغیر ہوا۔ اور وہ ذکر خاص جس کا اخفا حضور نے ہمیشہ بکمال احتیاط فرمایا تھا اب ضعف کی وجہ سے اُسکا اظہار ہونے لگا۔ اور اسی دوران مین بعض ایسے کلمات بھی جناب حضرت نے فرمائے جن کے مفہوم سے خدام نے یہ قیاس کیا کہ شاید اسی رات کے آخری حصہ

مین ہماری حسرتین پامال اور ہمارا شیرازہ منتشر ہو جائے گا۔ چنانچہ بعد مغرب اس حالت مین اور ترقی ہوئی اور وقتاً فوقتاً ہماری بدنصیبی کے آثار بڑھتے گئے۔

نصف شب کے بعد اطبّا نے بلحاظ پرہیز ایک ہفتہ سے پانی کا استعمال جو ممنوع گردانا تھا اب وہ احتیاط غیرضروری سمجھی گئی۔ اور حضور کو پانی پلایا گیا۔ لیکن قابل حیرت یہ امر ہے کہ ہرچند ضعف پہلے سے اسوقت بہت زیادہ ہو گیا تھا۔ مگر دفعتاً آپ کے مقدس انفاس تیز رفتار بھی ہوئے۔ اور قومی آواز سے اثبات حضرت احدیت جل جلالہٗ کا اظہار کرنے لگے۔ جسکا جملہ حاضرین پر بھی خاص اثر ہوا۔ اور اس فیضان وارثی سے ہر شخص بقدر حیثیت مستفیض ہوا۔ لیکن ۳ بجے کے بعد حکیم یعقوب بیگ صاحب نے نبض دیکھی تو بیتاب ہو کر رونے لگے۔ فیضو شاہ صاحب شربت انار مین پانی ملا کر لائے اور ایک چمچہ حضور کو پلایا۔ مگر دوسرا چمچہ تو وہ فرونہوا۔

اُسوقت مین بھی جناب والا کے پاس حاضر تھا۔ اور ایک ہاتھ سے سر اقدس کی حرارت اور ایک ہاتھ سے قلب اطہر کی حرکت دیکھ رہا تھا۔ اور فیضو شاہ صاحب بھی قریب بیٹھے تھے۔ اور شیدا میان اور بابو کنیالال صاحب چہرۂ اقدس کے سامنے اور حافظ احمد شاہ صاحب پائین کھڑے تھے۔ اور تقریباً پچاس ساٹھ حلقہ بگوش مؤدب اور خاموش استادہ تھے کہ ناگاہ سرکار عالم پناہ نے ایک سنگین سانس کھینچی اور قریب قریب پندرہ بیس منٹ کے بعد جب وہ باہر نکلی تو صاف طور پر دیکھا کہ وہ سانس بر نگ سبز اور قبلہ عالم کی ہم شبیہ تھی۔ جو تعینات عنصری سے جدا ہو کر شب جمعہ کو سوا چار بجے واصل ذات حضرت الوہیت ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُون۔

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد

روئے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد

لیکن اس سانحہ قیامت خیز کے بعد حاضرین کی حالت ایسی حیرت انگیز نظر آئی جو عجیب بلکہ عجیب تر تھی۔ اس لئے کہ فراق یاراً عموماً شاق ہوتا ہے۔ چہ جائیکہ ایسے شاہد دلنواز کی مفارقت غیر معمولی مصیبت تھی۔ اور یہ دردناک حادثہ اگر ارادتمندون کو اُسوقت ہلاک کر دیتا تو بعید نہ تھا۔ کیونکہ اُن کی آنکھون کے سامنے اُنکا خرمن مراد ہمیشہ کیلئے تباہ و برباد ہو گیا۔ کل جو مکان بزم عیش کے نام سے موصوف تھا۔ آج وہ بیت الحزن اور ماتم کدہ بن گیا۔ لیکن یہ کسی قوت کاملہ کا کرشمہ تھا کہ جملہ حلقہ بگوش دم بخود ساکت اور خاموش ہو گئے۔ اگر یہ گمان کیا جائے کہ کثرت غم اور وفور حزن و ملال کے اثر سے اُن کا یہ حال ہوا کہ متحیر و مبہوت ہو گئے۔ تو یہ بھی نہین کہہ سکتے کیونکہ اسی کے ساتھ یہ بھی ہے کہ اسوقت مکان مین جو حاضر رہا بیتاب و بیقرار نہوا۔ اور جب وہی شخص صدر دروازہ کے باہر گیا تو زار زار رونے لگا۔

بہر کیف کوئی سبب کیون نہ ہو مگر واقعہ یہ ہے کہ چند ساعت سکوت کا عالم رہا۔ اور جب یہ کیفیت فرو ہوئی تو حسب فطرت سب خدام ملول و محزون ہوئے اور اپنے آقائے نامدار کے گرد و پیش تا سحر حاضر رہے۔ صبح کو مشورہ ہوا کہ آپ کا جسد پاک کس مقام پر سُپرد خاک کیا جائے۔ ایک گروہ جس مین بعض رئیس بھی تھے۔ اُن کی یہ رائے ہوئی کہ شاہ اویس کے گور غریبان مین مزار بنایا جائے۔ ورنہ پختہ مکان بیکار ہو جائیگا۔ دوسرے گروہ کا جس مین فقرا بھی شامل تھے۔ یہ خیال ہوا کہ اسی مکان بلکہ اسی مقام پر حضور آرام فرمائین کیونکہ جناب حضرت نے متواتر فرمایا ہے کہ۔ ''فقیر جہان مرے وہین اُس کو دفن کر دے''۔

بلکہ اس گروہ نے اپنے خیال کی تائید مین بطور اُس واقعہ کا حوالہ دیا کہ بدنام شاہ جو پہلے خادم خاص اور بعد کو موضع کہولی مین گوشہ نشین تھے۔ اُن کے انتقال کی خبر جب حضور کو ہوئی تو شیدا میان اور قاضی بخشش علی کو یہ حکم ہوا کہ

''جاؤ بدنام شاہ کو غسل دیکر اُسی مقام پر دفن کرنا جہان وہ مرے ہین''۔اور ایک رنگین تہبند اور لنگوٹ اُن کے کفن کیواسطے مرحمت ہوا۔

اتفاق سے اُنکا انتقال بالا خانہ پر ہوا تھا۔اور قبلہ عالم کا یہ حکم کہ جہان مرے ہین وہین دفن کرنا تو اس کی تصریح کیلیئے قاضی بخشش علی نے یہ عرض کی کہ حضور چھت مین اُن کی قبر کیونکر بنائی جائے گی۔ جناب والا نے یہ سمجھکر کہ قاضی صاحب نفس مفہوم کو نہین سمجھے۔ بغرض تنبیہ مکرر ارشاد فرمایا کہ۔''نہین جہان مرے ہین وہین اُن کو دفن کیا جائے''۔

اب خدام پریشان تھے کہ اس فرمان کی تصریح کیونکر کی جائے۔ آخر شیدا میان نے عرض کیا کہ حضور آثار سقف مین بدنام شاہ اس طرح دفن ہو سکتے ہین کے اُسی مقام کے تحت مین قبر کھودی جائے۔اور چھت بھی اُسی قدر کاٹ کر بدنام شاہ کو اوپر سے قبر مین گرادین۔اُسپر حضور اقدس نے یہ ہدایت کی کہ۔''مردہ کو تکلیف نہین دیتے گرانے کی کیا ضرورت ہے نیچے لاکر اُسی مقام پر دفن کر دینا''۔ چنانچہ اس حکم کی تعمیل اسی طریق سے ہوئی۔لہذا ہمارے مجتہد حقیقی نے جب کہ اپنے خادم کی قبر اُسی مقام پر بنوائی تو لازم ہوا کہ سرکار عالم پناہ کی آرامگاہ اسی مقدس گوشہ زمین مین ہو جہان دم آخر تک اپنے استراحت فرمائی ہے۔

گو حضرات سابق الذکر کو بھی اس ہدایت وارثی کا بخوبی علم تھا لیکن اپنی تجویز مین ترمیم نہ کی۔اور پسند نہ ہوا کہ یہ پختہ خانقاہ حضور کی آرامگاہ بنائی جائے۔ ہر چند بظاہر یہ لوگ اپنی کثرت اور وجاہت کے اعتبار سے ہر طرح کی قوت رکھتے تھے مگر دوسرے قلیل التعداد گروہ نے خدائے برتر وتوانا کی امداد پر بھروسہ کیا۔اور اس خدمت کے لے آمادہ ہو گیا۔کہ بقدر امکان اس فرمان کی تعمیل ضرور کرین گے۔جس کی جناب حضرت نے متواتر ہدایت فرمائی۔اور اگر ہمارا یہ ارادہ غبار نفسانیت سے

آلودہ نہین ہے تو یقینی افضال الٰہی شامل حال ہوگا۔اور ہمارا خیال پورا ہوکر رہیگا۔اور انشاء اللہ جناب والا اسی گوشہ زمین مین ہمیشہ اُسودہ رہنا پسند فرمائین گے جہان اسوقت نظارہ جمال شاہد مطلق مین محواور مستغرق ہین۔

بس فوراً یہ حلقہ بگوش فرمانبرداری کے جوش مین کھڑے ہو گئے۔اور حضور کا جسد اطہر معہ اُس مقدس بستر کے مشرقی صحنچی کے قریب لائے اور آپ کی جائے استراحت پر قبر کا نشان لگا کر کھودنے کا حکم دیا۔اسی عرصہ مین سب انسپکٹر تھانہ قصبہ کرسی معہ چند کانسٹبل اور چوکیداران کے آئے۔اور قبر بنانے کی ممانعت کی۔اور وجہ مزاحمت یہ بتائی کہ سید محمد ابراہیم کی درخواست آئی ہے کہ تم لوگ حاجی صاحب کا مکان خراب کرنا چاہتے ہو۔جواب اُن کے ورثہ کی ملک ہے۔

ان لوگون نے بآسنی تھانہ دار کو سمجھا دیا۔کہ جناب حاجی صاحب قبلہ کا مذاق و مشرب یہ تھا کہ ہمیشہ تعلقات دنیا سے قطعی احتراز رہا۔ بلکہ ذاتی ضروریات کے انتظام کو مکروہ اور حرام سمجھا۔مثلاً خورد و نوش کا یہ حال تھا کہ کھانا بھی جو کھایا وہ اپنا نہین۔کوئی دوسرا شخص لایا تو آپنے نوش فرمایا۔کپڑا جو استعمال کیا وہ بھی اپنا نہین۔مریدین ہمیشہ تہبند تبدیل کراتے تھے۔حتیٰ کہ جو تہبند زیب جسم ہوا اس کو بھی نہین رکھا۔جدید تہبند لانے والیکو مستعمل تہبند مرحمت ہوا کرتا تھا۔علیٰ ہذا بود و باش کیواسطے مکان بھی نہین بنوایا۔ہمیشہ دوسرے کے مکان مین رہے۔چنانچہ یہ مکان بھی حضور کی آسایش کیواسطے مریدین نے بنوایا تھا۔اور مریدین ہی اُس کو آپ کی دائمی آرامگاہ بناتے ہین۔لہٰذا آپ کی یہ سادہ زندگی یادگار رہیگی۔اور تاریخ کے صفحات مین اس کا ذکر رہے گا کہ یہی ذات ستودہ صفات ایسی تھی جس نے تعلقات عالم سے انقطاع کلّی فرمایا۔

یہ سنکر سب انسپکٹر اسوقت تو واپس گئے۔مگر تھوڑے عرصہ مین پھر آئے۔اور کہا کہ

Scanned with CamScanner

اس کا کیا جواب ہے کہ بستی کے اندر قبر بنانا قانوناً ممنوع ہے۔ بابو کنیالال صاحب نے کہا کہ واقعی حدود مینوسپلٹی مین اس کی احتیاط ہے کہ عام طور پر قبرین نہ بنائی جائین لیکن یہان مینوسپلٹی نہین۔ اب تھانہ دار مزاحمت سے دست بردار ہوئے۔ مگر سنا گیا ہے کہ پھر اسی مضمون کی درخواست حاکم ضلع کو دی گئی۔ اور جب وہان سے بھی کامیابی نہ ہوئی تو پھر یہ کیا گیا کہ بااثر اشخاص کے ذریعہ سے مزدورون کو قبر بنانے سے روکدیا۔

جب مزدور چلے گئے تو اہل ارادت نے اس خدمت کو بھی انجام دیا اور کسی نہ کسیطرح سے پیشوائے برحق کی قبر اپنے ہاتون سے بنا کر تیار کی۔ اور غسل دیکر نماز کے لئے ہر چند انتظام کیا کہ لوگ صف بستہ ہو جائین۔ مگر مکان کے اندر اس کثرت سے ہندو مسلمان مجتمع ہو گئے تھے۔ کہ شانہ ہلانا دشوار تھا۔ جو شخص جہان کھڑا تھا وہین کھڑا رہا۔ مجبوراً اسی کو صف بندی خیال کیا۔ اور حافظ عبدالقیوم صاحب کرنالی نے نماز پڑھائی۔ اور قریب پانچ بجے اُس مجسم نور الہیٰ کو سُپرد خاک کیا۔ بقول

گویا جگرِ زمین کشادند

آن نور خدا درد نہادند

لیکن جب اسی مکان مین مزار اقدس تعمیر ہو گیا۔ تو حضرات سابق الذکر کو سجادگی کا شوق ہوا اور دوسرے روز خاص جلسہ مین یہ تحریک کی کہ سید محمد ابراہیم صاحب یہان کے سجادہ نشین بنائین جائین۔ مگر بدقسمتی سے اس مین بھی اختلاف ہوا۔ کیونکہ محرکین نے تو ذاتی طور پر یہ تجویز کیا تھا کہ مثل دیگر آستانون کے یہان ایک سجادہ نشین ہونا چاہیے۔ مگر غلطی یہ ہوئی کہ اس مقتدر گروہ نے یہ خیال نہ کیا کہ ہماری یہ تحریک مشرب وارثی کے بالکل خلاف ہے۔

چنانچہ متعدد ارادتمندون نے جن مین فقرائے تہبند پوش اور خدام وقدیم حلقہ بگوش بھی تھے اختلاف کیا۔ اور اس مسئلہ سجادگی کو حضور کی ہدایت کے منافی بتایا اور کہا کہ رہنمائے کامل

Scanned with CamScanner

کا یہ ارشاد بھی ہم کو یاد ہے کہ جو سرکار عالم پناہ نے ہماری ہدایت کیواسطے بار بار فرمایا ہے کہ ''ہماری منزل عشق ہے۔ اس لئے ہمارا کوئی خلیفہ اور سجادہ نشین نہین ہوسکتا۔ جو ہم سے محبت کرے وہی ہمارا ہے''۔

اور یہ بھی کہا کہ ہماری طرح آپ حضرات بھی واقف ہین کہ یہ فرمان وارثی تحریر مین آ چکا ہے اور وہ تحریر جسٹس سید شرف الدین کے پاس محفوظ ہے جس کا ذکر کتاب عین الیقین مطبوعہ ۱۳۱۱ ہجری مین بصراحت درج ہے۔ اس لئے ہمارے سلطان دین کا کوئی سجادہ نشین نہین ہوسکتا۔ البتہ اگر انتظام آستانہ پاک کے لئے غلامان وارثی کسی کو منتخب کرین تو غیرت ارادت اس کی مقتضی ہے کہ اُس کو سجادہ نشین نہ کہین۔ جو ہمارے مشرب کے صریح خلاف ہے بلکہ اُس کے واسطے اگر متولی۔ دیوان۔ صاحبزادہ۔ مینجر۔ منتظم یا کوئی اور ممتاز خطاب تجویز فرمائین۔ تو ہم کو کوئی عذر نہ ہوگا اور آپ کے اس انتخاب کو قدر کے ساتھ تسلیم کرین گے۔

جب ارباب جلسہ کے اختلاف آراء سے یہ معلوم ہو گیا کہ عہدۂ سجادگی مشرب وارثی کے قطعی منافی ہے۔ اور مریدین بالا جماع کسی کا سجادہ نشین ہونا پسند نہ کرین گے تو اُنہون نے اس کی کوشش کی کہ سید محمد ابراہیم صاحب کسی طرح احرام پوش ہو جائین مگر احرام پوشی اُسی وقت قابل احترام ہو گی جب حاجی صاحب قبلہ کا کوئی قدیم فقیر ان کا لباس تبدیل کرائے۔

بالآخر اس کام کیواسطے معروف شاہ صاحب کو تجویز کیا۔ اور بعض حضرات نے اُن کو سمجھایا کہ ہم لوگ بغرض انتظام سید محمد ابراہیم صاحب کو منتخب کرتے ہین۔ مگر مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ منتظم تہبند پوش ہو۔ امید ہے کہ آپ ان کا لباس تبدیل کرا دینگے۔ شاہ صاحب موصوف نے اُن کی استدعا منظور فرمائی اور سویم کے روز بعد قرآن خوانی اور قل وغیرہ کے معروف شاہ صاحب نے حاضرین کو

مخاطب کیا اور کہا کہ یہ مسلمہ ہے کہ حسب ارشاد جناب حضرت یہان کا کوئی سجادہ نشین نہین ہوسکتا۔ لیکن ضرورت اس کی ہے کہ انتظامی خدمت کسی کے سپرد کی جائے۔ اسلئے سید محمد ابراہیم کو بطور منتظم مقرر کرتے ہین۔ لیکن یہان کی تقریبات معینہ مین نہ اُن کو تصرفات کا حق ہوگا اور نہ تنظیم سابق مین ترمیم کا اختیار ہے جو شخص جس خدمت کیلئے مامور ہے وہ بدستور رہیگا۔

مگر افسوس اس کا عملدارآمد نہ ہوا۔ بلکہ خود سید محمد ابراہیم صاحب نے اپنے نام کے ساتھ لفظ سجادہ نشین بھی لکھا۔ اور خدام بھی اپنے عہدون سے معزول ہوئے۔ خدا کی شان نظر آتی تھی کہ اُدھر تو حصول اغراض کے اہتمام مین یہ محویت تھی کہ سجادگی کے جوش مین مشربی احکام فراموش تھے۔ اور ادہر غلامان وارثی کی حسرتین جب پامال ہوئین تو اس دلخراش واقعہ سے وہ انقلاب ہوا کہ ارادتمندون کی زندگی خراب ہوگئی۔ کوئی دلفگار تعلقات سے دست بردار ہوا۔ غریب الوطنی منظور کی۔ خویش واحباب سے دور رہنے لگا کوئی غمگین گوشہ نشین ہوا۔ صدمہ فراق نے اس کو زندہ درگور کا مصداق کیا۔ کسی بیقرار خاطر نے دیوانہ وار صحرانوردی اختیار کی۔ خدام کا شیرازہ منتشر ہوگیا۔ ہرگھر مین رنج والم سوز وگداز کا چرچا تھا۔ ہرطرف سے آہ وفغان کی آواز آتی تھی۔ کوئی نوحہ خوان تھا۔ کسی نے مرثیہ لکھا۔ چنانچہ اس نحیف نے بھی بطور یادداشت یہ قطعہ تاریخ تالیف کی۔

حاجی وارث علی شاہِ زمن — سید و سردار کل۔ گردون جناب
آفتاب فقر و دین۔ شمع ہدیٰ — شرقی و غربی زدآتش فیضیاب
خسرِ و اقلیم تسلیم و رضا — جلوۂ سبطین و شان بوتراب
بے نیاز از ہر دو عالم ذات او — عاشق و معشوق و فردِ لاجواب
پختگی بخشد بہ خامان طریق — پختہ را در لحظہ ساز و کامیاب

Scanned with CamScanner

شرح اوصافش چہ آرم در بیان | آفتاب آمد دلیل آفتاب
صبح آدینہ یکم شہر صفر | آن صفی انداختہ بر رُخ نقاب
غرق ظلمت شد جہان از ہجرتش | نظم عالم گشت از نقلش خراب
ہر طرف شور و نغان اندر جہان | خلق را شد روز چون روزِ حساب
قدسیان بر چرخ و انسان بر زمین | ہر دو عالم از غمش و اضطراب
مہر خان را در غمش جان ناشکیب | عاشقان را از فراقش دل کباب
بہر تاریخش چنین او گہٹ بگفت | پس چرا شد آفتاب اندر حجاب

(۱۳۲۳)

الغرض بعد فاتحہ سویم جب غلامان وارثی اپنے اپنے وطن جانے لگے تو مین نے بھی جناب شاہ فضل حسین صاحب سے عرض کیا کہ مجکو کیا کرنا چاہیے۔ جناب ممدوح نے فرمایا کہ تمہارے واسطے یہی مناسب ہے کہ پیشوائے برحق کے حکم کی تعمیل کرو اور اپنے والد کی قبر پر رہو۔ اور یاد رہے کہ اس لباس کی نگاہداشت مین اگر ناقابل برداشت واقعات بھی پیش آئین تو پائے استقلال کو لغزش نہ ہو۔ چنانچہ اپنے شفیق ناصح کی یہ نصیحت سنکر اُسی روز سرکار عالم پناہ کے مزار پرانوار سے رخصت ہو کر دیوئ شریف سے چلا۔ اور ۵ رصفر ۱۳۲۳ ہجری کو بچھرایون مین آ کر مسجد سہراب شاہ مین رہنے لگا۔

جب احباب میرے مستقل قیام سے آگاہ ہوئے تو اُن کی کوشش سے احاطہ مسجد مین ایک حجرہ بھی تعمیر ہو گیا۔ اور والد ماجد کے عرس کا زمانہ آیا تو اس مین ایک تاریخ مین نے اور بڑہائی جس کو اپنے مولا کے نام پاک کے ساتھ منسوب کیا اور اس سال سے سترہ کو حضور کے قل کے بعد عرس کی تقریب ختم ہونے لگی۔ اور اسی سال سے اس تقریب مین نمایان ترقی ہوئی۔ کہ مہمان بھی زیادہ آنے لگے۔ اور اُن کے آرام و آسائش کا ضروری سامان بھی مجتمع ہو گیا۔

Scanned with CamScanner

الغرض مابعد آستانہ پاک کے انتظام مین اور کیا کیا انقلابی صورتین پیش آئین اور مقبرہ شریف کیونکر تعمیر ہوا۔ اور سجادگی کا داغ ہمارے مشرب کے شفاف دامن سے کب اور کیونکر چھوٹا۔ اور بارگاہ وارثی کی رونق اور ترقی کے لئے ذی حوصلہ ارادتمندون نے کس اُلوالعزمی سے کام لیا۔ اور مین نے سفر حجاز و عارق کیونکر کیا۔ یہ جملہ حالات اگر کارساز حقیقی کو منظور ہے تو دوسری جلد مین نگارش کرونگا۔

لیکن اس فقیر کو تقریباً چار سال تک جو آستانہ اقدس پر حاضری کا موقع ملا یہ سعادت میرے اعمال کی خوبی کا نتیجہ نہ تھا۔ بلکہ پیشوائے برحق کی محض بندہ نوازی اور پرورش تھی۔ ورنہ مجھ ایسا سگ دنیا اس لائق ہرگز نہ تھا کہ اس مقدس مقام پر اس کا گزر بھی ہوتا۔ اور واللہ اس گداگر کی مجال نہ تھی کہ در اقدس کی جاروب کشی کا خیال بھی کرتا جو درحقیقت میرے اور میرے آباؤاجداد کے فخر و مباہات کیواسطے کافی ہے۔ اور فی الواقع یہی عرصہ زندگی میرا جو بارگاہ وارثی کی دربانی مین گزرا اس قابل ہے کہ اس کو سرمایہ ناز کہون تو بیجا نہوگا۔ بقول

اگر ہر موئے تن گردد زبانے
زتو راتم بہ ہر یک داستانے

اور آج بھی اس دور اُفتادہ کو اگر کوئی تمنا ہے تو یہ ہے کہ بقیہ عمر اُسی در اقدس کی دربانی اور اُسی آستانہ پاک کی جاروب کشی مین کٹے۔ بقول

جائے آنست کہ جان برسر کویت بازم
خاک درگاہ پر توبر تارکِ سراندازم

لہٰذا اپنی زندگی کے اُس حصہ کا حال نگارش کر چکا جو درحقیقت میری زندگی کا خلاصہ۔ اور جس پر میری زندگی کے مآل کا انحصار ہے۔ البتہ اس چندروزہ حاضری کے دران مین جو مستعد اور غیر معمولی تصرفات دیکھے اُن کو مفصل تحریر کرنے مین یہ

Scanned with CamScanner

خیال ہے کہ اگر بالترتیب نگارش کرون تو ضخیم دفتر ہو جائے گا۔ اور علی ہذا حضور نے ہدایات اورارشادات کی بھی تعداد کم نہین ہے اس لئے اُن کو بھی بالتفصیل نہین لکھ سکتا۔ اور علاوہ اس کے اکثر ملفوظات اخوان ملت کی تالیفات مین شائع بھی ہو چکے ہین۔ یا بعض ایسے ارشادات ہین جنکو مشروب و مسلک سے گہرا تعلق ہے ان کی بالاعلان اشاعت خلاف معلوم ہوتی ہے۔ لیکن فی الجملہ اس کی بھی ضرورت دکھائی دیتی ہے کہ اس سلسلہ مین بعض واقعات کا بھی ذکر ہوااور چند ملفوظات بھی لکھے جائین۔

مگر اسی کے ساتھ یہ بھی عرض کرونگا کہ میری محدود واقفیت نہ اس کی متقاضی ہوسکتی ہے کہ درِ دولت کے جملہ واقعات اور پیشوائے برحق کے تمامی تصرفات نقل کرے اور نہ میری استعداد اس لائق ہے کہ اُن تصرفات کی حقیقت اور ماہیت کی کماحقہٗ بیان کرے۔ کیونکہ روزانہ کا یہ دستور تھا کہ مختلف حیثیت اور مختلف خیال کے ارادتمند حاضر ہوکر حسب استعداد فیضان وارثی سے مستفیض ہوا کرتے تھے۔ مگر انھین ارادتمندون مین اکثر حضرات کی طلب اور معاملات کو حقانیت اور روحانیت سے ایسا سروکار ہوتا تھا کہ جس کی تشریح اور تصریح کرنا تو یقینی ناممکن ہے۔ بلکہ اُن پُراسرار واقعات کا تو مجملاً بھی ذکر کرنا دشوار ہے اس لئے وہ تصرفات جو رموز واسرار سے معمور ہین اور وہ ارشادات جن کا نکات معنوی سے سروکار رہے اُن کو تحریر مین لانا قطعی میرے امکان سے باہر ہے۔

البتہ مجھ ظاہربین کا تو یہی منصب ہے کہ وہی حالات نگارش کرون جو بظاہر ہمارے فہم وادراک کے لائق ہون جیسا کہ طالبان الٰہی کا عام طور سے حلقہ غلامی مین داخل ہونا جس کا سلسلہ قریب قریب ہر وقت جاری رہتا تھا۔ مگر مشکل یہ ہے کہ معمولی واقعات مین اکثر ایسے رموز واسرار پائے گئے جن کا ہماری عقل مین آنا محال ہے چنانچہ بارہا ایسے بھی طالب خدا آئے جو مضطرو بیقرار دیوانہ وار زبان حال

سے کہتے تھے۔

جُز تو کس در جہان نمی خواہیم
بے وصال تو جان نمی خواہیم

بلکہ یہ کہنا شاید غلط نہ ہوگا کہ بارگاہ وارثی کو معمولی بات بھی اپنی حقیقی حیثیت مین غیر معمولی بات کی اہمیت سے کسی طرح کم نہ تھی۔ مثلاً ایک صاحب پیلی بھیت سے آئے اور حسب اجازت درگاہ شاہ ولایت صاحب مین قیام کیا۔ اور بعد ادائے نماز ظہر وہ داخل سلسلہ وارثی ہوئے۔ مگر نماز عصر کے لئے ان کو شاہ فضل حسین صاحب نے بلایا تو اُنھون نے جواب مین کہا کہ جناب شاہ صاحب مین تو مرید ہو چکا ہون اب نماز کیسی بقول

جو دل قمار خانہ مین بُت سے لگا چکے
وہ کعبتین چھوڑ کے کعبہ کو جا چکے

شاہ صاحب نے فرمایا کہ مرید ہونے کے بعد آپ نماز کیون نہین پڑہین گے جو فرض عین ہے۔ وہ سادہ مزاج متحیر ہو کر بولے کہ مین نے تو یہ سنا تھا کہ جناب حاجی صاحب قبلہ کے مرید کو نماز معاف ہو جاتی ہے۔ اسی وجہ سے مین یہان آیا اور حلقہ غلامی مین داخل ہوا۔ شاہ صاحب موصوف نے مجکو بلا کر فرمایا کہ ان کے خیالات فاسد ہین۔ خدا کیواسطے سمجھاؤ کہ نماز پڑہین۔ چنانچہ مین نے اُن سے دریافت کیا تو نماز نہ پڑہنے کا سبب وہی مجھ سے بھی بیان کیا۔ مین نے کہا کہ آپنے پیر و مرشد سے بھی اجازت لی ہے۔ کہا یہ تو نہین کیا۔ مین نے کہا بغیر اُن کے معاف کئے نماز کیونکر معاف ہو جائے گی۔ اگر وہ کہدین تو چھوڑ دیجئے۔ ورنہ اس حکم خداوندی کو آپ خود کیونکر چھوڑ سکتے ہین۔ میرا یہ کہنا اُن کی سمجھ مین آ گیا۔ اور اُسیوقت میرے ہمراہ سرکار عالم پناہ کی خدمت مین حاضر ہوئے۔ مین نے جناب حضرت سے یہ قصہ عرض کیا۔ تو حضور

مسکرائے۔ اور فرمایا کہ "ابھی تین برس اور نماز پڑھو۔ پھر چھوٹ جائیگی"۔ اور مخصوص طریقہ سے دُرودشریف پڑھنے کی ہدایت فرمائی۔ وہ صاحب نہایت مسرور ہوکر واپس آئے اور بکمال خضوع وخشوع نمازعصرادا کی۔ اور شاہ فضل حسین صاحب سے کہا کہ جناب میری نماز بھی اب تین برس کے بعد چھوٹ جائے گی۔

پھر دوسرے سال میلہ کاتک مین وہ حاضر ہوئے۔ تو اُن کی حالت یہ دیکھی کہ ہر وقت باوضو رہتے ہین۔ اور درود شریف کا ورد ہے۔ اور ذوق وشوق مین نماز ادا کرتے ہین۔ مگر تیسرے سال وہ میلہ مین نہین آئے۔ تو ولی گوہر خان صاحب وارثی رئیس پیلی بھیت جب حاضر ہوئے اور اُن سے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ اُنکا انتقال ہوگیا۔ شاہ فضل حسین صاحب نے حساب کیا تو اس نمازی کے انتقال کی تاریخ وہی تھی جس روز تین سال پورے ہونے تھے۔ جس کو دوسری لفظون مین یہ کہنا چاہیے کہ ہمارے بندہ نواز پیشوائے نے اپنے اس مرید صادق کو تادم مرگ ادائے نماز کے لئے حکم فرمایا تھا۔ جس وقت جسد عنصری سے روح کا تعلق چھوٹ گیا۔ اُس عابد خداشناس سے نماز بھی چھوٹ گئی لیکن تین سال کی قید لگانا یہ اُس واقف اسرار اور مقبول پروردگار کا کام ہے جو منشاءالٰہی سے خبردار ہو۔ وہ ہمیشہ وہی کہتا ہے جو قضا وقدر کا ارادہ ہوتا ہے۔ بقول

گفتہ او گفتہ اللہ بود

گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

اسی مضمون کا ایک واقعہ یہ بھی ہے کہ منشی سید نجم الدین صاحب رئیس بانکے پور جو نہایت مقدس اور خداشناس شخص تھے۔ اور ایک مرتبہ بلحاظ عقیدت دیوٰی شریف مین حاضر ہوئے تھے۔ جب حضور بانکے پور تشریف لے گئے۔ اور منشی صاحب سے ملاقات ہوئی تو موصوف نے بکمال ادب یہ استدعا کی کہ میری نماز چھڑا دیجئے۔ جناب حضرت نے

فرمایا کہ منشی جی نماز چھوڑنے کی چیز نہین ہے۔ ''وَمَا خَلَقتُ الجِنَّ وَالا ِنسَ اِلاَّ یَعبُدُون''۔ منشی صاحب نے عرض کیا کہ اب نماز عبادتاً نہین بلکہ عادتاً پڑھتا ہون۔ اور ایسی نماز بے سود معلوم ہوتی ہے۔ سرکار عالم پناہ نے فرمایا کہ۔ ''منشی صاحب وضعداری اسی مین ہے کہ مرتے دم تک نماز پڑھے جاؤ''۔ چنانچہ چند روز کے بعد عین نماز عصر کی تیسری رکعت مین انتقال ہوا۔

علی ہذا ۱۳۲۰ہجری کا واقعہ ہے کہ پنجاب سے ایک مولوی صاحب آئے۔ اور صدر دروازہ کے بالاخانہ مین جہان ڈپٹی سید محی الدین صاحب وارثی وڈپٹی قاضی لطیف عالم صاحب وارثی پہلے سے مقیم تھے۔ مولوی صاحب بھی ایک جانب ٹھہرائے گئے۔ دوسرے روز بعد نماز ظہر مولوی صاحب نے ان دونون ڈپٹی کلکٹرون سے کہا کہ تم نے نماز کیون نہین پڑھی۔ کیا معلوم نہین کہ۔ ''مَن تَرَکَ الصلوٰۃَ مُتَعَمِّدً ا فَقَد کَفَرَ۔'' بے نمازیون کی ترہیب کیلئے حبیب رب العالمین کا فرمودہ ہے کہ بلکہ مین نے سُنا ہے کہ جناب حاجی صاحب بھی نماز نہین پڑھتے ہین۔ چنانچہ اسی کے متعلق اُن سے گفتگو کرنے آیا ہون۔ مولوی صاحب کے یہ بیباکانہ کلام سنکر دونون ڈپٹی کلکٹرون نے مجکو بلاکر یہ قصہ کہا اور خواہش ظاہر کی کہ ہم کو دوسری جگہ ٹھہرادو۔

مین نے مولوی صاحب سے دریافت کیا کہ آپکا کیا نام ہے اور کہان سے اور کیون آپ آئے ہین۔ تو پنجابی لہجہ مین فرمایا کہ میرا نام عبداللہ ہے۔ اور اسلئے ملتان سے آیا ہون کہ حاجی صاحب سے نماز کی بابت گفتگو کرون۔ ''کیونکہ نماز دین متین کی تھونی ہے کیا سُنا نہین ہے کہ۔ ''اوّلین پُرسِشِ نماز بود''۔ اور یہ مسلمہ ہے کہ تارک نماز خارج از دائرہ اسلام ہے بقول

خلاف پیمبرؐ کسے رہ گزید

کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

Scanned with CamScanner

مین اسیوقت مولوی صاحب کو سرکار عالم پناہ کی خدمت مین لے گیا۔لیکن وہان مولویصاحب خاموش بیٹھے رہے۔ جب واپس آئے تو پھر کہا کہ مجکو حاجی صاحب کے پاس لے چلو وہ کہان ہین۔ مین نے کہا ابھی تو آپ ملاقات کر کے واپس آئے ہین۔لیکن خیر دوبارچلیئے۔اور پھر مولوی صاحب کولیگیا۔اس مرتبہ حضور نے فرمایا کہ یہ کون ہین۔عرض کیا یہ ملتان سے آئے ہین۔''ارشاد ہوا کہ چلو ٹھہرو۔پھر ملاقات ہوگی''۔

غرض اسی طرح تین مرتبہ مولوی صاحب جناب حضرت کی خدمت مین حاضر ہوئے۔اور واپس آ کر یہی کہا کہ حاجی صاحب کہان ہین اُن سے کچھ باتین کرونگا۔ آخر چوتھی مرتبہ حاضر ہوئے تو سرکار عالم پناہ نے فرمایا کہ مولویصاحب بیٹھو۔مولوی صاحب فوراًقدمبوس ہوئے۔پھر حضور نے فرمایا کہ۔''مولوی صاحب سے دین جاری ہے اور اسلام کے یہ حامی ہین''۔اور پھر مولوی صاحب سے مخاطب ہوکر ارشاد ہوا کہ۔'' جب ہم نے کافیہ شروع کیا۔اور اُستاد نے پڑھایا کہ اَلکَلِمَۃُ لَفظ تو ہم نے کہا کہ جب کلمہ ایک لفظ کا نام ہے تو اسکا پڑھنا بیکار ہے''۔پھر فرمایا کہ'' مولوی صاحب ہم نے اپنے والد کا کتب خانہ تالاب مین ڈبو دیا''۔اور ارشاد ہوا کہ'' مولوی صاحب فِی اَنفُسِکُم اَفَلَا تُبصِرُون کے معنی جانتے ہو''۔مگر مولوی صاحب خاموش اور کسی خیال مین ہمہ تن مستغرق بیٹھے رہے۔پھر حضور نے دریافت فرمایا کہ شب کو مثنوی مولانا روم کون پڑہتا تھا۔مین نے عرض کیا کہ یہی مولویصاحب پڑھ رہے تھے تو کسیقدر ترشرو ہوکر جناب والا نے فرمایا کہ'' مولویصاحب سمجھ کو پڑھا کرو۔ورنہ چھوڑ دو۔مثنوی کا مفہوم اگر نہ سمجھے تو نہ پڑھے''۔اس کے بعد مولویصاحب کو رخصت کردیا۔

اس مرتبہ بالا خانہ پر آ کر مولوی صاحب کچھ عرصہ تک تو ساکت رہے پھر حالت وجد مین مثنوی شریف کا پہلا شعر پڑھا۔اور جوش مین کھڑے ہوکر رقص کرنے لگے۔اور یہ ناچ مولویصاحب ایسا ناچے کہ دیکھنے والے متحیر تھے کہ پہلے تو بالا خانہ پر یہ ناچ ہوتا رہا

Scanned with CamScanner

پھر اُتر کر دردولت پر عرصہ تک مولوی صاحب یہ ناچ ناچے۔ پھر قصبہ کی گلیون مین ناچے پھرے۔ اور بار بار کہتے تھے کہ اب خوب سمجھ گیا۔

چنانچہ اسی صورت سے آٹھ روز گزر گئے۔ اور وہ ناچ ختم نہ ہوا۔ اور اس عرصہ مین مولوی صاحب کو نہ اپنے کپڑون کا ہوش ہوا۔ نہ کھانے کی فکر ہوئی نہ پانی کی تلاش اور نہ کسی وقت نماز کا خیال آیا۔ بلکہ یہی ایک شعر کہ

بشنو از نے چون حکایت میکند

وز جدائی ہا شکایت می کند

پڑھتے تھے اور بار بار کہتے تھے خوب سمجھ گیا۔ بلکہ کسی نے اگر کہا کہ مولوی صاحب نماز پڑھ لیجئے۔ تو جواب مین کہتے تھے کہ تم اپنی نماز پڑھو۔ مین پڑھ چکا ہون۔ اور اب نماز میری یہ ہے۔

سرے در سجدۂ ہر در ندارم

جز این در قبلہ دیگر ندارم

اور جس وقت زیادہ بیقرار ہوتے تھے۔ تو حالت جوش و اضطراب مین زار زار روتے اور کہتے تھے۔

قادرا بہر جمال خویشتن　　　برفگن این پردہ از رخ برفگن

تا بخود بینیم خود در ادر وجود　　　گہ رکوع آریم شادان گہ سجود

ہر چند مولویصاحب کی حالت زار کا ہر شخص کو احساس تھا۔ مگر راجہ دوست محمد خان صاحب وارثی نے اُن کی اس پریشانی پر بار بار افسوس کا اظہار کیا۔ آخر موصوف کے اصرار سے مولوی صاحب کو مین تالاب پر لے گیا۔ اور خوب نہلایا۔ گو اُن کے وجد کا خمار غسل سے بھی بالکل نہیں فرو ہوا۔ لیکن اس دوسرے ہفتہ مین رفتہ رفتہ افاقہ ضرور ہوا۔ اور جب کسی قدر سکون ہو گیا تو ایک روز بکمال ادب سرکار عالم پناہ

کی خدمت بابرکت مین حاضر ہوکر مولوی صاحب نے عرض کیا کہ واللہ کائنات مین ہر ذرّہ آپ ہی کے نور سے معمور ہے۔ یہی نسبت شیخ کو پابند اسلام کرتی ہے۔ اور یہی صورت برہمن سے رام رام کہلاتی ہے۔ بقول

از رندے و پارسائے تو

میخانہ و خانقاہ در رقص

آقائے نامدار یہ خطا شعار آپ کے کرم اور آپ کی عنایت کا اُمیدوار ہے۔ اب خاطر بیقرار کو تاب انتظار نہین۔ زندگی سے بیزار ہون۔ کیونکہ

خواب زچشم من بشد چشم تو بست خواب من

تاب نماند در تنم زلف تو برد تاب من

لہٰذا مستدعی ہون کہ اب غلام کو لباس فقر مرحمت ہو اور تعلقات دنیا سے آزاد فرمایئے جناب حضرت نے یہ ارشاد فرمایا کہ۔ ''تم اپنے مکان جاؤ۔ اور دین کا مدرسہ جاری کرو۔'' مگر جب مولویصاحب زیادہ مضطرو بیقرار ہوئے تو ارشاد ہوا کہ ''اگر خراب ہی ہونا ہے تو پہلے پورب کی سیر کرو''۔ اس فرمان کی تعمیل کیلئے مولویصاحب فوراً مستعد ہو گئے اور قدمبوس ہوکر پورب کی سمت چلے گئے۔

یہ بھی عجیب واقعہ ہے کہ ایک سنیاسی پنتھ کے پنجابی درویش آئے۔ اور میرے بستر کے قریب بیٹھ گئے۔ مین نے پوچھا کہ سادھو جی کہان استھان ہے۔ کہا بابا امرتسر سے آتا ہون۔ اور بارہ برس سے اس تلاش مین ہون۔ کہ کوئی نارائن کا سیوک یہ بتا دے کہ نرنکار اس ہمارے سریر کے اندر ہے یا سریر کے باہر ہے اکثر مہاتماؤن نے سمجھایا مگر افسوس کہ میری تشفی نہ ہوئی۔ جب حاجی صاحب بابا کا نام سُنا تو اسی خیال سے یہان بھی بھکاری بنکر آیا ہون۔ مین اُن کو اندر لے گیا۔ تو اتفاق سے اُسوقت حضور کا بستر صحن مین تھا۔ اور آپ کھڑے تھے وہ سادھو جب دروازہ مین داخل

ہوا۔ جناب والا کی خدانما صورت دیکھی۔ اُسی مقام پر وہ زمین بوس ہوا اور عجیب کیفیت کے عالم مین افتان و خیزان قریب جا کر پاؤن پر سر رکھدیا۔ سرکار عالم پناہ نے مجکو یہ حکم دیا کہ ان کو ٹھہراؤ۔ اوران کے کھانے کا انتظام کر دینا۔

باہر آ کر مین نے کہا کہ ساؤ ہو جی تم نے کچھ دریافت نہ کیا۔ وہ آبدیدہ ہو کر کہنے لگے کہ بغیر دریافت کئے جواب مل گیا۔ جسوقت دروازہ کھلا تو مین نے بابا کی صورت کی ایک جُوت دہرتی سے اکاش تک دیکھی اور جب گروجی کے چرن مین سر دیا تو جسم بشری پایا۔ بس میری تسکین ہوگئی اور جو آجتک نہ سمجھا تھا وہ سمجھ گیا۔

یہ بھی دیکھا کہ اکثر طالبین لباس فقر کی استدعا نا منظور بھی فرمائی ہے اور بعد کو معلوم ہوا کہ نامنظورا سوجہ سے ہوئی کہ اُن کی طلب صادق اور خالصاً بوجہ اللہ نہ تھی۔ بلکہ کسی غرض پر مبنی تھی۔ چنانچہ ایک شخص نیپال کا باشندہ حاضر خدمت ہوا۔ اور ملتجی ہوا کہ مجکو تہبند مرحمت ہو۔ بیساختہ حضور نے فرمایا کہ پہلے اپنی جورو کو رضامند کر آؤ۔ جب وہ باہر آیا اور اُس سے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ جورو سے لڑ کر آیا تھا اور اس رنج کی وجہ سے وہ فقیر ہونا چاہتا تھا۔ لیکن ہمارے حقیقت شناس پیشوا نے اُس کی باطنی حالت پر نظر فرمائی۔ اور تہبند نہیں دیا کیونکہ محض اس خانگی رنجش کے باعث اُس نے ترک لباس کا ارادہ کیا تھا۔ خدا کی طلب نہ تھی۔ چنانچہ ایسے واقعات اور بھی گزرے ہین کہ اکثر حضرات کسی صدمہ کی وجہ سے ترک لباس کرنے پر آمادہ ہوئے۔ مگر حضور نے اُن کو تہبند نہین دیا۔ اور جب کچھ عرصہ کے بعد اس اندوہ والم کا ازالہ ہوگیا تو پھر بدستور وہ اپنے کاروبار مین مصروف ہو گئے اور برخلاف اس کے جن کی طلب تھی اُن کو تہبند بھی ملا۔ اور اُنکی حالت مین تغیر بھی نہین ہوا۔

اسی دوران مین سلسلہ صابریہ کے ایک معمر شخص درویش صورت ضلع ایٹہ سے آئے۔ اور رحیم شاہ صاحب کے کمرہ کے باہر سائبان مین ٹھہرائے گئے۔ لیکن

چار پانچ روز تک وہ اپنے بستر پر بیٹھے رہے۔ جناب حضرت کی خدمت مین بھی نہین حاضر ہوئے۔ رحیم شاہ صاحب نے مجھ سے کہا کہ دریافت کرو یہ کون ہین اور کیون مقیم ہین۔ مین اُن کے بستر پر گیا۔ تو دیکھا ایک مطبوعہ کتاب اُردو کی اُن کے ہاتھ مین ہے۔ اور چند اہل دیہات معمولی طبقہ کے اُن کے پاس بیٹھے ہین۔ اور شاہ صاحب سیر وسلوک کے قواعد اُن کو سمجھا رہے ہین۔ اور درمیان تقریر مین یہ بھی فرماتے جاتے ہین کہ یہان کوئی شخص نہ یہ نکات جانتا ہے اور نہ اُن مقامات سے واقف ہے۔ اور مرشد کی عنایت سے مین سب منازل سلوک طے کر چکا ہون۔ بلکہ بہت بڑا مقام جسکا نام لاہوت ہے مین اُسکی سیر کرتا ہون۔ بقول

مرغ شاخ درخت لاہو تیم

گوہر درجِ گنج اسراریم

پہلے تو مین بھی اُن کی روحانی تعلیم خاموشی کے ساتھ سنتا رہا۔ جب اُن کے اس طرز وطریق س ظاہر ہو گیا کہ شاہ صاحب اپنی ذاتی ضرورتون کو پورا کرنے کے لئے عوام الناس کو اپنی حقانیت باطنی سے آگاہ کرتے ہین اور چونکہ اس کام مین شب و روز مصروف رہتے ہین۔ اس لحاظ سے سرکار کی خدمت مین حاضر ہونے کا وقت اُن کو نہین ملتا۔

بالآخر مین نے کہا کہ جناب شاہ صاحب اگر تکلیف نہو تو اپنے طے کردہ مقامات کا نام تو بتایئے۔ شاہ صاحب نے نہایت کشادہ پیشانی سے یہ فرمایا کہ صاحبزادے کیا آجتک تم نے سنا بھی نہین کہ طریقت مین مقامات فقر کے نام کیا ہین۔ اگر تمکو شوق ہے تو مین تم کو سمجھائے دیتا ہون یاد رکھو کہ اول مقام ناسوت ودیم ملکوت سویم جبروت چہارم لاہوت ہے۔ جن کو یکے بعد دیگر مین طے کر چکا ہون اور وہی مطبوعہ کتاب دکھا کر فرمایا کہ اس مین بھی انھین مقامات کی تصریح درج ہے اگر

Scanned with CamScanner

زیادہ اطمینان منظور ہو تو اُس کو پڑھ لو۔

مین نے عرض کیا کہ جناب شاہصاحب افسوس ہے کہ جس منزل کا طے کرنا لازمی اور ضروری تھا۔ اور جس مرحلہ کو بغیر طے کیے کاملین مین شمار نہین ہو سکتا۔ وہی مقام آپ سے چھوٹ گیا۔ ورنہ اسقدر نورانیت آ جاتی کہ آپ ہوا پر اُڑنے لگتے۔ شاہ صاحب نے گھبرا کر فرمایا کہ وہ کون مقام ہے۔ مین نے کہا کہ اُس مشورہ و معروف مقام کا نام منزل کہاوت ہے۔ جس مسافر راہ سلوک نے یہ دشوار گزار مقام طے کر لیا ہے اُس کو سب منزلین آسان ہو جاتی ہین ہر چند سالکِ مقام کہاوت کے نورانی چہرہ پر پہلے فنائیت کے آثار ظاہر ہوتے ہین۔ مگر آخر مین بقا کا مرتبہ اس کو ملتا ہے اور مکان تمکین مین پُر تکلف مسند پر بیٹھکر وہ حقہ پیتا ہے اور بکمال اطمینان بھیروین کی دُہن مین کہتا ہے۔

فنا کیسی بقا کیسی جب اُس کے آشنا ٹھہرے
کبھی اس گھر مین آٹھہرے کبھی اُس گھر مین جاٹھہرے

شاہ صاحب نے متحیر ہو کر فرمایا کہ آج تک اس مقام کا نام بھی نہ کسی فقیر سے سُنا اور نہ اس کتاب مین منزل کہاوت کا ذکر ہے۔ مین نے کہا جناب رموز و اسرار روح سفینہ نہین ہوتے۔ بلکہ یہ علم سینہ ہے۔ جو بغیر خدمت کے نہین حاصل ہوتا۔ بقول

ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد
ہر کہ خودرا دید او محروم شد

چنانچہ مین نے برسون خاک چھانی۔ تب بڑی جانفشانی سے اس مقام عالی کو طے کیا ہے۔ ہر کس و ناکس کی مجال نہین کہ منزل کھاوت طے کرنیکا خیال بھی کرے اور آپ کی تنگ ظرفی سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کوچہ مین قدم رکھنا

بھی آپ کو محال ہے ۔ البتہ کسی باکمال شخص کی مسلسل خدمت کیجئے ۔ اور افضال الٰہی بھی شامل حال ہوا۔ تو شاید صحرائے کہاوَت کی ٹھوکرین کھانا آپ کو نصیب ہون ۔ ورنہ اس بحر ذخاء سے بیڑا پار ہونا بہت دشوار ہے۔ کیا یہ مشہور مقولہ آپ نے سُنا نہین ۔

درین ورطہ کشتی فرد شد ہزار

کہ پیدا نشد تختہ برکنار

یہ کہکر مین تو اپنے بستر پر چلا گیا۔ مگر شاہ صاحب کو منزل کھاوَت کی سیر کا اس قدر شوق ہوا کہ جناب شاہ فضل حسین صاحب اور معروف شاہ صاحب اور شیدا میان کے پاس بار بار گئے ۔ اور اُن سے باصرار کہا کہ آپ سفارش کر دین کہ اوگھٹ شاہ مجکو منزل کہاوَت طے کرا دین ۔ ان لوگون نے بطور مذاق شاہصاحب کو یہ سمجھایا کہ ہم بھی آپ کی سفارش کرین گے ۔ مگر بہترین صورت یہ ہے کہ آپ جناب حاجی صاحب قبلہ کی خدمت مین حاضر ہو کر یہ استدعا کرین ۔ قرینہ ہے کہ آپ کی خاطے سے قبلہ عالم اُن کو ضرور یہ حکم دین گے ۔ کہ ان کو منزل کہاوَت طے کرا دو ۔ اور پھر اوگھٹ شاہ کی مجال نہین کہ کوئی عذر کرین ۔ اور آپ کامیاب ہو جائین گے ۔

چونکہ منزل کہاوَت کے شوق نے شاہ صاحب کو از خود رفتہ کر دیا تھا اس لئے ''دیوانہ را ہوئے بس است''۔ کا مضمون ہوا کہ ان کو بھی یہ صلاح پسند آئی ۔ اور اُسی وقت سرکار عالم پناہ کی خدمت مین حاضر ہو کر مستدعی ہوئے کہ للہ حکم فرمایئے کہ اوگھٹ شاہ مجکو منزل کہاوَت طے کرا دین ۔ حضور نے مجکو طلب فرما کر شاہ صاحب کا قصہ سنا ۔ اور مسکرا کر ارشاد ہوا کہ اگر تم کو معلوم ہو تو منزل کہاوَت طے کرا دو ۔

مین نے باہر آ کر شاہصاحب سے اقرار لیا کہ جو کہون گا اُس کی تعمیل کرنا ہوگی۔
اُس گرویدۂ مقام کہاؤت نے جب اس کو بھی قبول کیا تو مین نے یہ تلقین کی کہ آج سے نصف روٹی صبح کو اور نصف شام کو کھایا کرو۔ شاہ صاحب نے وفور شوق مین ایسا ہی کیا۔ لیکن اسی کے ساتھ مین نے بھی اُس روز سے نصف ہی روٹی پر قناعت کی۔ اسی ہفتہ مین شاہ صاحت کو اس مجاہدہ نے ایسا ضعیف کر دیا کہ نشست و برخاست مین تکلف ہونے لگا۔ جب اُن کا یہ حال دیکھا تو مجکو خیال ہوا کہ دلگی مین صورت ملال نہ پیش آوے۔ اُسی وقت جناب حضرت کی خدمت مین اُن کو لے گیا اور عرض کیا کہ یہ مقام کہاؤت طے کر آئے۔ حضور نے ذکر اسم ذات جلالی قاعدہ سے اُن کو تعلیم کیا اور فرمایا۔ ''شاہ جی اب جاؤ''۔
شاہ صاحب اُسی روز چلے گئے۔ مگر بعدۂ ضلع ایٹہ کے بعض حضرات سے معلوم ہوا کہ شاہ صاحب نے یہان سے جا کر جملہ تعلقات منقطع کر دیئے۔ اور جنگل مین آزادانہ زندگی بسر کرتے ہین۔ اور ہر وقت وجدانی حالت رہتی ہے۔ اور اکثر ذکر اسم ذات بالجہر کرتے ہین۔

اس واقعہ سے ایک سبق یہ ملا کہ باوجود یہ قصہ سراپا مذاق تھا۔ اور شاہصاحب کو حضور کی خدمت مین حاضر ہونے کا مشورہ بھی مذاق ہی کے پیرایہ مین دیا گیا تھا۔ کہ یہ جا کر مقام کہاؤت کا اشتیاق ظاہر کرین اس تذکرہ سے چند منٹ کے لئے حضور کی دلبستگی ہوگی۔ اور ایسا ہی ہوا کہ شاہ صاحب کی یہ طلب سنکر حضور مسکرائے بھی لیکن اس مذاق کی رسائی چونکہ دربار وارثی مین ہوگئی تھی اس لئے یہ مذاق بھی وہان پہونچکر مذاق نہ رہا۔ اور تصرف وارثی سے یہ مذاق بھی۔ ''صحبت صالح ترا صالح کند'' کا مصداق ہوگیا۔ بقول

سعادتِ ابدی در پئے ارادت تست
چنانکہ عید مبارک ز بعد ماہ صیام

فیضان صحبت وارثی نے طالب کھاؤت کی بھی ہدایت فرمائی۔ اور نسبت وارثی کے حقیقی اثر نے یہ کرشمہ دکھایا کہ ''آگ لینے کو جائین پیمبری ہو جائے''۔ کا مضمون ہوا۔ اُس غیور شہنشاہ کو منظور ہوا کہ ہمارے فیض عام سے سادہ لوح بھی محروم نہ جائے بظاہر ایک ذکر بھی تعلیم فرمایا۔ اور باطنی تصرف سے ترک تعلقات کا دشوار گزار مرحلہ ایسا سہل کر دیا کہ بہ آسانی دنیا کے دام تزدیر سے رہا ہو کر وہ نابلد راہ فقر بھی ویران جنگل مین مسکن گزین ہوا۔ ''ذَالِکَ فَضۡلُاللّٰہِ یُوتِیہِ مَن یَّشَاءُ''۔

ایک روز قریب عصر ہندو فقرا کے لباس مین ایک صاحب آئے اور اُسی انداز کا مختصر اسباب بھی اُن کے ساتھ تھا۔ اتفاق سے مین اُسوقت درِاقدس پر حاضر تھا۔ ملنے کے بعد یہ فرمائش کی کہ جلد قدمبوسی کرا دو۔ ابھی واپس جاؤنگا مین نے عجلت کا سبب پوچھا تو اضطراری حالت مین یہ بیان کیا کہ مجکو معلوم ہوا ہے کہ سب کا حصہ تقسیم ہو رہا ہے۔ لہٰذا مین بھی آقائے نامدار کے درِاقدس پر اپنا حصہ لینے حاضر ہوا ہون۔ اس لئے عرصہ نہ ہونا چاہیے۔ مین اُسیوقت بارگاہ وارثی مین اُن کو لایا۔ ہنوز وہ دالان کے پاس نہین پہونچے تھے کہ سرکار عالم پناہ نے دیکھکر فرمایا کہ۔ ''اچھا جاؤ''۔ یہ فرمان سنکر اُسی جگہ وہ زمین بوس ہو کر واپس آئے۔ اور اپنا اسباب اُٹھا کر درگاہ کی جانب چلے گئے۔

اُسی وقت ٹھاکر پنچم سنگھ صاحب نے آکر یہ قصہ سنا تو تو موصوف کو شوق ہوا کہ اُن کا حال مفصل دریافت کرنا چاہیے۔ چنانچہ اسی خیال سے ٹھاکر صاحب اور مین درگاہ مین آیا تو دیکھا وہ صاحب نماز پڑھ کر جانے کو ہین۔ ٹھاکر صاحب نے روکنا چاہا۔ مگر اُنھون نے معذرت کے ساتھ کہا کہ مین ممالک متوسط کا باشندہ ہون مالک نے میرا حصّہ دیکر مجکو رخصت کر دیا ہے۔ ایسی حالت مین مجال نہین کہ قیام کرنے کا خیال بھی کرون۔ اور مل کر فوراً چلے گئے۔

علیٰ ہٰذا میرے مامون حاجی اشفاق حسین صاحب کے خیالات مین جسقدر تغیرات ہوئے وہ بھی خاص تصرفات وارثی کا کرشمہ تھا۔ کیونکہ وہ مولانا حاجی امداداللہ مہاجر علیہ الرحمۃ کے مرید تھے۔ اور علمائے دیوبند کی تقلید کے ہمیشہ پابندرہے۔ نہ کبھی صوفیائے کرام کی تبیعت کی نہ فقرائے عظام کی عظمت اُن کی نگاہ مین تھی۔ چنانچہ قادر شاہ صاحب وارثی جو بچھرایون مین عرصہ سے قیام پذیر تھے۔ مامون صاحب اُن کے بھی قطعی خلاف تھے۔ جب وہ علیل ہوئے تو صرف میری وجہ سے اس قدر رعایت کی کہ اپنی کوٹھی مین لاکر اُنکا علاج کرادیا۔ مگر چونکہ بدظن بہت تھے۔ اس لحاظ سے خود اُن کی تیمارداری مین کوئی حصہ نہین لیا۔ بلکہ اُن کو حقیر سمجھ کر اُس گوشہ مین جگہ دی۔ جس مین کاشتکاری کا سامان رہتا تھا۔

لیکن قادر شاہ صاحب کی مدت حیات قریب اختتام تھی۔ علاج بھی مفید نہ ہوا اور جب احتضار کا وقت آیا تو مامون صاحب کا بیان ہے کہ مسافر سمجھکر مین ایک آنِ واحد کیواسطے اُن کے قریب گیا تو یہ تماشا دیکھا۔ کہ جسقدر اُن کا لباس اور بستر بوسیدہ اور کثیف تھا۔ اُسی قدر اُنکا چہرہ نورانی اور وہ تاریک کمرہ روشن تھا اور نہایت پسندیدہ خوشبو آرہی تھی۔ اور ہر سانس کے ساتھ ذکر اسم ذات جاری تھا۔ مجکو عبرت ہوئی اور فوراً خیال آیا کہ آج ان کی یہ شان وعظمت صرف حاجی صاحب کی غلامی کی بدولت ہے۔ مین نے یہ بھی پوچھا کہ کچھ کہنا ہے۔ تو شاہ صاحب نے بکمال صبر وتحمل جواب دیا کہ تم سے کیا کہین۔ جو ہمارا سُننے والا ہے اُس سے جو کہنا ہے وہ کہہ رہے ہین۔ تمہارا یہ کام ہے کہ جب روح نکل جائے تو اس مٹی کو جہان چاہے دبا دینا اور ہم تو حاجیصاحب کے پاس رہین گے۔ اس گفتگو کے بعد خاموش ہوئے۔ اور زیادہ وقفہ نہین گزرا تھا کہ اُنکا انتقال ہوگیا۔

یہ حیرت خیز واقعہ دیکھکر مامون صاحب کی حالت متغیر ہوئی۔ حتیٰ کہ اسی اضطراری مین دیوئ شریف آئے۔ اور مجھ سے فرمایا کہ مرید کرادو۔ مین نے ہر چند سمجھایا کہ آپ

Scanned with CamScanner

حاجی امداد اللہ صاحب کے دست گرفتہ ہین ۔ اب اس کی ضرورت نہین کہ یہان بھی بیعت کیجئے ۔ مگر اسقدر بیقرار تھے کہ بار بار اصرار کیا ۔ آخر مجبور ہو کر جناب حضور کی خدمت بابرکت مین اُن کو لیگیا ۔ اور عرض کیا کہ یہ میرے مامون حاجی امداد اللہ صاحب کے مرید ہین اور آج آپ سے طالب ہونا چاہتے ہین ۔ سرکار عالم پناہ نے فرمایا کہ ''ہم اور امداد اللہ دو نہین ہین ۔ بلکہ ہم اور وہ ایک ہین'' ۔ مامون صاحب نے نہایت پر حسرت لہجہ مین عرض کیا کہ قبلہ عالم دوبارہ ہاتھ پکڑنا چاہتا ہون اُسوقت حضور نے اپنا ہاتھ اُن کے ہاتھ مین دیا اور فرمایا کہ ۔ ''دیکھو یہی امداد اللہ کا ہاتھ ہے ۔ ہم سے بھی محبّت رکھو'' ۔ اور دو روز کے بعد رخصت کر دیا ۔

مامون صاحب سے بعض اُن کے احباب نے دریافت بھی کیا کہ آپ مکرر کیون مرید ہوئے ۔ تو مامون صاحب نے یہی جواب دیا کہ اول تو اپنی آنکھون سے دیکھا کہ جناب حاجیصاحب کے مُریدکا انجام اچھا اور بہت اچھا ہوتا ہے ۔ جیسا کہ قادر شاہ صاحب کا ہوا ۔ حالانکہ مجھے اُن کے ساتھ سوءِ ظن تھا ۔ مگر اُن کا خاتمہ ایسا دیکھا کہ مجھے ندامت ہے کہ ایسے خوش انجام شخص سے مجھے خصومت تھی ۔ آجتک متحیر ہون کہ اُن کے انتقال کے وقت وہ کمرہ منور اور معطر کیون ہو گیا تھا ۔ اور اُن کی تجہیز و تکفین مین اسقدر مجمع کیون ہوا اور یہ لوگ کہان سے آئے ۔ سوائے اس کے جناب حاجی صاحب قبلہ کی غلامی کا شرف تھا جس کا آخر وقت اس اقتدار کے ساتھ اظہار ہوا ۔

دویم یہ کہ رضا و تسلیم کی تکمیل کامل حاجیصاحب قبلہ نے اس خوبی سے فرمائی کہ جو اپنی نظیر آپ ہے ۔ چنانچہ دیویٰ شریف مین جا کر معلوم ہوا کہ درحقیقت زہد و استقامت اُس کو کہتے ہین کہ جو کپڑا جسم اطہر پر ہے وہ بھی اپنا نہین ۔ اگر کسی نے تہبند پیش کیا تو اس کو باندھ لیا ۔ اور جو باندھے تھے وہ اس کو دیدیا ۔ یہی صورت بستر کی ہے کہ ایک آتا ہے اور ایک جاتا ہے ۔ علی ہذا مکان بھی اپنا نہین ۔ کہانا بھی دوسرا شخص لاتا ہے ۔

اور کھلا جاتا ہے۔ غرض یہ کہ نہ گھر ہے نہ در۔ نہ حساب ہے نہ کتاب۔ نہ عزیز ہین نہ اقارب ۔ نہ رشتہ دار۔ نہ کسی جھگڑے سے سروکار۔ واقعی انقطاع حقیقی اسی کا نام ہے کہ بجز ذات واحد الوجود کائنات مین کسی سے کام نہین ۔

چنانچہ حضور کی بیعت کے بعد مامون صاحب اسقدر خوش عقیدت ہو گئے تھے کہ تا زندگی فقراء کی خدمت بھی کی اور اُن کی عظمت کی نگاہ سے دیکھا جس کا عوض یہ ملا کہ خاتمہ کلمہ طیبہ کے ساتھ ہوا۔ جیسا کہ حضور نے متواتر فرمایا ہے کہ ''عاشق کا مُرید بے ایمان نہین مرتا''۔

اسی دوران مین مضافات جیپور کے ایک نوجوان طالب فقر کو سرکار عالم پناہ نے تہبند اور لنگوٹ مرحمت فرمایا۔ اور اُنکا نام نبی شاہ رکھا۔ چونکہ یہ درویش مجکو مضبوط خیال کے معلوم ہوئے تو خدمت عالی مین عرض کیا کہ حضور اگر انکا قیام قادر شاہ کی کٹی پر ہو جائے تو وہ آباد رہے۔ جناب حضرت نے یہ استدعا قبول فرمائی اور نبی شاہ کو یہ حکم دیا کہ ''تم بچھرایون مین قادر شاہ کی قبر پر رہا کرو''۔ چنانچہ آجتک نبی شاہ صاحب جب سیاحت سے واپس آئے ہین تو قادر شاہصاحب کی کٹی پر رہتے ہین اور نہایت صبر و استقلال سے زندگی بسر کرتے ہین اور بکمال احتیاط پابند وضع ہین ۔

الغرض تصرفات وارثی کی ایک شان یہ بھی دیکھی کہ خود تو بظاہر کوئی ہدایت نہین فرمائی۔ لیکن دوسرے کی زبان سے ایسے الفاظ اُن کو سُنائے گئے کہ وہ مطمئن ہو گئے چنانچہ ایک معمّر اور مقدس اور ذی علم شخص ضلع میرٹھ سے بغرض حصول بیعت در دولت پر حاضر ہوئے۔ لیکن حجاب علم کے سنگین نقاب نے اُن کی چشم طلب کو حقائق و معارف کے مشاہدے سے معذور رکھا۔ اور تشکیک و اوہام کی دیوار ایسی سدّ راہ ہوئی کہ تین روز آستانہ اقدس پر قیام کیا۔ مگر نہ تخیلات نے اُن کو بیعت کی اجازت دی۔ اور نہ

۔ قطعی طور ارادت سے انحراف کرنے کی اُن کو جرأت ہوئی۔ بلکہ اس کشمکش نے ایسی مہر خاموشی لگادی کہ اپنے شکوک کا اظہار بھی نہ کرسکے۔ لیکن حضور اقدس مولویصاحب کے حال پر غیر معمولی عنایت فرماتے تھے۔ چنانچہ چوتھے روز بعد مغرب مولویصاحب قدمبوسی کیلئے حاضر ہوئے تو حضور نے فرمایا کہ ''مولویصاحب بیٹھو''۔ اور حسب معمول شیدا میان سے فرمایا کہ کوئی تاریخی تذکرہ بیان کرو۔ خدام حیران تھے کہ آج یہ بات خلاف معمولات کیون ہوئی۔ اس لئے کہ یہ وقت دربار خاص کا ہے۔ مولوی صاحب کیون بٹھائے گئے۔ مگر اس کی خبر نہ تھی کہ زنگ توہمات سے مولویصاحب کے خیالات مین جو تکدرات آگئے ہین اُن کی صیقل ہوگی۔

چنانچہ حسب الحکم شیدا میان نے محمود غزنوی کے عہد مین ایک امیر زادہ کو اُس کے مرشد کامل نے عشق حقیقی کی جو ہدایت کی تھی اُس کو بہ تفصیل بیان کیا۔ اور آغاز اس تذکرہ کا حدیث ''اَلنَّوۡمُ اُخُ المَوۡت '' سے ہوا۔ اور مسائل عشق ومحبت کی تصریح کبھی کسی آیۃ کریمہ اور کبھی کسی حدیث صحیح سے کی۔ اور بزرگان سلف کے اقوال سے استدلال کیا۔ اور اظہار مقصد کے لئے مثنوی شریف کے بعض اشعار بھی برجستہ پڑھے۔ اور نہایت مسلسل طریق سے دوگھنٹہ کی اس تقریر کا نتیجہ ''مُوتُوا قَبۡلَ اَن تَمُو تُوا''۔ سے نکالا۔ اور آخر مین مولانا علیہ الرحمۃ کا یہ شعر۔

خوشتر آن باشد کہ سرّ دلبران
گفتہ آید در حدیثِ دیگران

پڑھ کر قصہ ختم کیا۔ اُسوقت حضور نے مولویصاحب سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ'' مولویصاحب اب جاؤ''۔

مولوی صاحب نے آہ کی۔ اور مثل ماہی بے آب تڑپنے لگے۔ اور نہایت پردرد لہجہ مین کہا۔

کے توانی شد ظہورے نیکنام

تانہ سازی خویش رابدنام عشق

اوراسی حالت مین حضور کے سامنے دست بستہ کھڑے ہوکرعرض کیا۔

کسیکہ روئے تو بیند حدیث گل نکند

کسیکہ مست توشد آرزوئے مُل نکند

خداوندنعمت میری خراب قسمت نے تین روزتک اُس سعادت سے محروم رکھا۔آپ اہل بیت کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے فرزنداورقائم مقام ہین۔واللہ۔

اے سید پاک و پاک زادہ　　ہر آئینہ داد حسن دادہ

در پیش قد کشیدۂ تو　　سرو چمن است ایستادہ

ازروئے تو کافتاب حسن است　　شورلیست درین جہان فتادہ

آرے سر زلف و گیسوانت　　بوئے بہ نسیم صبح دادہ

خدا کیواسطے بمصداق ''وَالعَافِینَ عَنِ النَّاسِ ''۔میرا قصور معاف ہواور حلقہ غلامی مین داخل فرمایئے۔ جناب حضرت نے اُن کی بیعت لی۔ متبسم لبون سے فرمایا کہ ''مولویصاحب اب رات کونہ سُونا''۔اوردوسرے روزاُن کورخصت کردیا۔

علیٰ ہذا قاضی بخشش علیصاحب نے اپنی ارادت کا واقعہ یہ بیان کیا ہے کہ ۱۳۰۳ہجری مین مولوی مظفرحسین صاحب وارثی کے ہمراہ بارہ بنکی سے قصبہ سہالی کو مین جارہا تھا۔ چونکہ مولوی صاحب حضور والا کے قدیم حلقہ بگوش تھے اس لئے جب ہمارا ایکہ دیوئ شریف پہونچا تو صاحب موصوف شوق قدمبوسی مین مجکو بھی ہمراہ لیکرسرکار عالم پناہ کی خدمت مین حاضر ہوئے۔اورزمین بوس ہوکرمؤدب بیٹھ گئے مین نے دیکھا کہ اسی اثنامیں بیک وقت دس بارہ اشخاص طالب بیعت آئے اورحضور نے معمولی طور پر مرید فرماکراُن کورخصت کردیا۔مجکو خدشہ ہوا کہ آپنے بغور

Scanned with CamScanner

کسی کو دیکھا بھی نہین ۔قیامت کے روز یہ اپنے مریدون کو کیونکر پہچانین گے ۔اور سفارش کس کی کرینگے ۔لہذا ان کی بیعت کرنا قطعی بیکار اور بالکل منفعت سے خالی ہے ۔اسی عرصہ مین سرکار عالم پناہ نے مولویصاحب کو رخصت کیا ۔اور مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ ''تم تو پھر آ ؤ گے''۔ مجھ بد اعمال نے حضور کے اس فرمان کا مطلق خیال بھی نہ کیا ۔ بلکہ دل مین کہا کہ مجھے کیا ضرورت ہے جو پھر آ ؤنگا۔

غرض اُسی وقت ہم دونون دیویٰ شریف سے چلے ۔اور شام کو سہالی پہونچ گئے ۔ تین روز کے بعد جب وہان سے واپس چلے ۔اور سواری کی تلاش مین مجھگاوان شریف کی جانب سے فتحپور کی پختہ سڑک پر آئے ۔ اور یہان بھی انتظار کیا مگر سواری نہ ملی ۔تو مولویصاحب نے کہا پینڈ کے جنگل مین ہمارے پیر بھائی خدا بخش شاہ رہتے ہین ۔ ہر چند ملاقات نہین ہے ۔مگر اتفاق سے جب یہان تک آ گئے ہین تو اُن سے بھی ملتے چلین ۔

چنانچہ موضع پینڈ مین پہونچ کر دریافت کیا ۔اور خدا بخش شاہ صاحب کی قیام گاہ پر پہونچے تو یہ دیکھا کہ ایک دہقانی شخص بوسیدہ تہبند باندھے درخت کے نیچے بیٹھا حقہ پی رہا ہے ۔مولوی صاحب نے سلام کیا ۔تو بشاش ہو کر شاہصاحب کے کھڑے ہو گئے اور نہایت خلوص و محبت کیساتھ آ ؤ بھائی کہکر مولویصاحب سے معانقہ کیا ۔اور مجھ سے معمولی طریق سے صرف مصافحہ کیا ۔مگر مولویصاحب کی مدارات مین اُن کو خاص انہماک تھا ۔ جس سے دلی مسرت کا صاف اظہار تھا ۔

شاہ صاحب کی میری نسبت یہ بے التفاتی مجکو ناگوار ہوئی ۔اور ترشرو ہو کر مین نے شکایت کی کہ شاہصاحب فقیری کا دعوی بھی آپ کرتے ہین اور اخلاق محمدیؐ سے اسقدر ناواقف اور بے خبر ۔ یہ تفریق آپ کو کس نے سکھائی ۔ کہ ایک مہمان کے ساتھ یہ اتحاد اور ایک کے ساتھ یہ بدخلقی ۔ افسوس

ہر چند یہ شکایت تو کی مگر خیال تھا کہ میری یہ سخت کلامی شاہصاحب کو ضرور ناخوش

کردے گی۔ لیکن قضیہ اس کے برعکس ہوا کہ شاہصاحب بہ کمال متانت ہنسکر کہنے لگے کہ میان صاحبزادے بُرا نہ مانو۔ یہ ہمارے بھائی ہین اور تم غیر ہو۔ یہ ہمارے مالک کی زندہ یادگار ہین۔ اور تم کو دربار وارثی سے کوئی حقیقی سروکار نہین۔

مجکو تعجب ہوا اور استفسار کیا کہ یہ آپنے کیونکر جانا کہ مین غیر ہون۔ اور یہ آپکے بھائی ہین۔ کیونکہ حیثیت ہماری ایک ہے۔ ان سے بھی آپ ناشنا ہین اور مجھ سے بھی ناواقف۔ پہلا موقعہ ہے جو ہم دونون کو نیاز حاصل ہوا ہے۔ شاہ صاحب نے فرمایا کہ بابا یہ کیونکر سمجھاؤن۔ اس لئے کہ تم کو تو اسکا یقین نہین کہ ہمارا مالک اپنے مریدون کو کیونکر پہچانیگا۔ مگر غور کرو کہ اُس پیشوائے ذی احتشام کے ادنیٰ غلام جب یار و اغیار کو پہچانتے ہین تو ہمارے آقائے نامدار کی تو بڑی سرکار ہے۔

شاہصاحب کی یہ عارفانہ تقریر میرے امراض باطنی کے حق مین اکسیر ہوگئی۔ دل نے اپنی جہالت کا فوراً اعتراف کیا اور عظمت وارثی کا ایسا انکشاف ہوا کہ مین نے ندامت سے سر جھکا لیا۔ اور رعب حق سے مرعوب ہوکر خاموش ہوگیا۔ ایک گھنٹہ کے بعد مولوی صاحب نے شاہصاحب سے رخصت طلب کی تو موصوف فرط محبت سے ایسے بیقرار ہوئے اور زار زار رونے لگے۔ اور اصرار کرتے رہے کہ آج نہ جاؤ۔ لیکن مولویصاحب نے شاید میری جہت سے معذرت کی۔ اور وہان سے ہم دونون پھر پاپیادہ چلے۔

پختہ سڑک پر آکر مولویصاحب سے مین نے اپنی حالت بیان کی اور مستدعی ہوا کہ دیویٰ شریف چلو اور آج ہی حلقہ غلامی مین داخل کرادو۔ مولویصاحب نے میری اس خواہش پر مرحبا کہا۔ اور قریب عصر دیویٰ شریف پہونچکر بارگاہ وارثی مین حاضر ہوئے۔ اور سرکار عالم پناہ سے میری سفارش کی۔ حضور نے مسکرا کر فرمایا۔ ”آ گئے جب تک دور تھے دور تھے اب ہمارے پاس رہین گے“۔ اور میری بیعت لی۔

اس واقعہ سے صاف ظاہر ہوگیا۔ کہ فیضان وارثی نے کس کس طریقہ سے مخلوق

الٰہی کی ہدایت فرمائی اور کیسی خوبی سے اُن کے خدشات رفع کئے کہ آئندہ خیالات مین شکوک کی گنجائش نہ رہے ورنہ قاضی بخشش علیصاحب کی تعلیم دوسرے عنوان سے بھی ممکن تھی۔ مگر نہین۔ اُس طبیب باطنی نے اُن کے مرض کا علاج اُس نسخہ سے کیا جس نے اسباب مرض کو ہمیشہ کیلیئے زائل کر دیا اور اُن کا یہ شبہ کہ جناب حضرت مریدین کی شناخت کیونکر فرمائینگے یون رفع کر دیا کہ اپنے ایسے غلام سے مقابلہ کرادیا جس کے صحیح اندازہ نے بغیر تعرف ایک نظر مین یار و اغیار کا امتیاز کرلیا۔ اور قاضی صاحب کے شکوک و تخیلات کی کافی اصلاح ہوگئی۔

اس واقعہ سے ایک سبق یہ بھی ملتا ہے کہ اخوان ملت کو اسطرح باہمی اُنس و محبت رکھنا لازمی ہے۔ جس طرح خدا بخش شاہصاحب کی شفقت برادرانہ کا اظہار ہوا۔ اور باوجود ناآشنا ہونے کے مولوی مظفر حسین صاحب کی پہلی ملاقات مین خلوص و التفات کیساتھ مدارات کی۔ بلکہ تھوڑا غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بارگاہ وارثی کے قدیم حلقہ بگوش جسطرح دیگر صفات مین ہم سے ممتاز تھے۔ اُسی طرح یہ صفت بھی اُن مین خاص طور پر نمایان پائی جاتی ہے اور واقعی وہ پاک نہاید باہمی ارتباط و اتحاد مین یگانہ روزگار تھے۔ اور اُن کے واقعات ضرور یادگار رہین گے۔

چونکہ وہ حق شناس اہل تصدیق تھے اور پیشوائے برحق کی ہدایت کے مطابق اُنکا یہی طریق تھا کہ باہمی اُنس و محبت کو دستور مشرب کی شق قطعی جانتے تھے۔ کیونکہ سرکار عالم پناہ نے متوار فرمایا ہے کہ۔ ''بھائی بھائی مین باہمی محبت ہونا اس کی دلیل ہے کہ اُن کو باپ سے محبت ہے''۔

حضور کا یہ ارشاد جو غلامون کے لئے باہمی اتحاد کا صریحی حکم ہے اسکو اگر نظر تعمق سے دیکھا جائے تو شارع اعظم ﷺ کی ہدایت کا لفظی ترجمہ ہے کیونکہ حضرات محدثین کا اتفاق ہے کہ جناب رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے اخوت اسلامی کے قیام و استحکام کیواسطے تاکید اکید فرمائی۔ اور انصار و مہاجرین نے اس زرّین ہدایت کی تعمیل جس خلوص و خوبی سے

کی وہ اپنی نظیر آپ ہے۔ اور اُسی کا یہ نتیجہ تھا کہ مغرب سے مشرق تک اُن کی شان وعظمت کا نشان بلند ہوا۔ اور اس قلیل التعداد جماعت کے ہاتھ سے بڑے بڑے کارہائے نمایان ہوئے اور ہر گوشہ عالم مین اسلام کا ڈنکا بج گیا۔

تیرہ سو برس کے بعد اسی اتحاد کی ہدایت حبیب رب العزت کے مظہر اتم نے اپنے غلامون کو کی۔ اور سمجھا دیا کہ اخوان ملت کی باہمی محبت فی الحقیقت پیشوا کی محبت ہے کیونکہ بیٹا اور مرید اپنے باپ اور پیر کی حقیقی یادگار ہے۔ اور یہ ایسا صحیح معیار فرمادیا کہ جس مین کبھی اختلاف ہونہین سکتا۔ اس لئے کہ اگر اسلاف سے تعشق ہے تو اُن کی نسبت کا اقتضا ہے کہ اخلاف سے ضرور تعلق ہو۔ بقول

زخم دل کیون عزیز ہو نہ مجھے
یہ نشانی ہے اُس کے پیکان کی

غرض فیضان وارثی نے خدا بخش شاہ کی صورت مین قاضی صاحب کی یہ ہدایت ایسی فرمائی کہ موصوف نے صرف بیعت پر اکتفا نہیں کیا بلکہ موضع گدیہ کی قدیم سکونت ہمیشہ کیلئے ترک کی۔ شب وروز خدمت بابرکت مین حاضر رہنے لگے۔ حتیٰ کہ مکان بھی دیویٰ شریف مین بنالیا۔ اور دربار وارثی کے مخصوص خدام مین اُنکا بھی شمار ہو گیا۔ لہٰذا یہ تصرف گو بظاہر خدا بخش شاہ صاحب کا تصرف معلوم ہوتا ہے۔ مگر نہین۔ خدا بخش شاہ بمنزلہ نے کے تھے۔ اور نئے نواز کوئی خاص قوت تھی جس نے یہ کرشمہ دکھایا۔ بقول حافظ شیراز علیہ الرحمۃ

درپسِ آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند
اُنچہ اُستادِ ازل گفت ہمان میگویم

اور بعض مسترشدین کو حقائق ومعارف کی تلقین حضور نے دوسری شان سے فرمائی کہ بغیر توسل اُنکا اطمیناں یون کردیا کہ ایک معمولی نظم کے مطالعہ سے وہ غلام کامیاب اور

فائز المرام ہو گئے۔ ہر چند اُس تحریر منظوم کا ظاہری مفہوم غیر معمولی نہ تھا۔ مگر باطنی طور پر اُس کا تصرف کچھ اور ہوا۔ چنانچہ احد شاہ صاحب وارثی جو آبائی شرف غلامی سے مشرف اور قدیم تہبند پوش ہین ان کو سرکار عالم پناہ نے ایک مثنوی مرحمت فرمائی۔ اور ارشاد ہوا کہ روز پڑھ لیا کرو۔ احد شاہ صاحب نے کچھ عرصہ تک اس کی مزاولت کی۔ جسکا اثر یہ ہوا کہ اُن کی حالت بالکل متغیر ہوگئی۔ گو اُن کے واردات قلبی سے خبردار نہین ہون۔ مگر بظاہر یہ کیفیت اُن کی تھی کہ نہ عافیت کی خواہش نہ اذیت کا ملال۔ خویش و اقربا سے بیزار۔ بجز پیشوائے برحق کسی سے سروکار نہ رہا۔ اور بقول بلبل شیراز یہ خیال پختہ ہو گیا۔

خبر آستان توام در جہان پناہے نیست
سر مرا بجز این در حوالہ گاہے نیست

اکثر عوارض جسمانی لاحق ہوئے اور اُن کی جہت سے ناقابل برداشت تکلیف بھی اُٹھائی لیکن نہ کبھی علاج کیا اور نہ کبھی شکایت سے لب آشنا ہوئے۔ جملہ احوال مین رضائے مولا از ہمہ اولیٰ پر عمل رہا۔ اور آجتک اسی اصول کے پابند ہین۔ بقول۔

سپر دم بتو ماۂ خویش را
تو دانی حساب کم و بیش را

علیٰ ہذا حافظ خدا بخش صاحب متوطن آگرہ کو بھی فیضان وارثی نے اسی شان سے مستفیض فرمایا۔ ہر چند حافظ صاحب قدیم حلقہ بگوش تھے۔ اوائل عمر مین اُن کے والدین نے مرید کرا دیا تھا۔ اسی لحاظ سے وہ اکثر حاضر خدمت بھی ہوتے تھے۔ لیکن بجز علوم ظاہری کے قلندرانہ طریق کی جانب موصوف کی طبیعت کا میلان مطلق نہ تھا۔ ایک مرتبہ جو شوق زیارت مین حاضر ہوئے۔ تو حضور اقدس نے ایک مسدس سُنایا۔ جس مین جذبات عشق کا تذکرہ تھا۔

حافظ صاحب کو حضرت اقدس کی اس عنایت کا احساس بھی نہ ہوا۔ بلکہ خیال

کیا کہ بجائے آیات واحادیث کے یہ اردو کا مسدس کیون سُنایا گیا۔ دوسرے روز جب حضور نے رخصت کیا تو وہی مسدس مرحمت فرمایا۔ اور بکمال شفقت ارشاد ہوا کہ ''حافظ جی کبھی کبھی اس کو بھی پڑھ لیا کرو''۔

حافظ صاحب کا بیان ہے کہ آگرہ پہونچکر دو چار ہی مرتبہ اُس کو پڑھا تھا کہ بجنسہ وہی واقعات جن کے اشارات اس مین منظوم تھے پیش آئے۔ اور دفعتاً خیالات مین ایسا تغیر ہوا کہ جو سامان میری دلچسپی کا تھا اُس سے قطعی نفرت ہوگئی اور وہ احباب جن کی صحبت سے دلبستگی اور فرحت ہوتی تھی۔ اُن کی صورت سے وحشت ہونے لگی اور اس حالت مین روز افزون ترقی ہوئی۔ چنانچہ ایک ہفتہ کے بعد دیوانہ وار حاضر خدمت ہو کر تہبند کا طلبگار ہوا۔ لیکن حضور نے فرمایا کہ۔ ''اپنا تقویٰ نہ خراب کرو''۔

دوسرے روز حافظ صاحب زہد واتقا سے بیزار ہو کر ننگ و نام سے دست بردار ہوئے۔ عاشقانہ روش اختیار کی۔ اور ملامت خلق برداشت کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ ہر چند بعض اہل عقل و ہوش نے سمجھایا بھی۔ مگر وہ جوش فرو نہ ہوا۔ اور ایک آہ سرد بھر کر اضطراری حالت مین کہا کہ آپ میرے غمخوار ضرور ہین۔ مگر حقیقت یہ ہے۔ بقول حافظ شیراز رحمۃ علیہ

حافظ بخود نہ پوشید این خرقہ می آلود
اے شیخ پاک دامن معذور دار مارا

اور اسی رندانہ طریق اور قلندرانہ وضع سے خدمت بابرکت مین حاضر ہوئے اُن کی یہ ہیئت کذائی دیکھکر حضرت مسکرائے۔ اور اُسیوقت خرقہ فقر یعنی تہبند مرحمت ہوا۔ اور احمد شاہ نام رکھا۔ اور ارشاد ہوا کہ۔ ''حافظ جی اب اسی وضع سے رہنا اور اسی وضع سے مرنا''۔

اب اگر خیال کیا جائے وہ مثنوی ایسے حقائق ومعارف سے مملو تھی جس کے درد

سے احمد شاہ صاحب فائز المرام ہوئے۔ اور یہ مسدس سراپا رموز و اسرار سے معمور تھا۔ جس کے مطالعہ سے فوری اثر یہ ہوا کہ حافظ احمد شاہصاحب ایسے عاب دیرینہ کو بیخود و بیقرار کردیا۔ تو کہا یہی جائے گا کہ ہرگز نہین۔ اسلئے کہ ان منظوم تحریرون مین گو خصوصیات عشق اور اثرات محبت کا ذکر ضرور ہے۔ مگر متعدد حضرات نے انکا مطالعہ کیا ہے۔ لیکن بظاہر یہی دو شخص چونکہ کامیاب ہوئے ہین۔ اس واسطے صاف ظاہر ہے کہ یہ کرشمہ کسی خاص قوت کاملہ کا ہے۔ جس نے اس پردہ مین اپنے غلامون کو دید و یافت کی آنکھین مرحمت فرمائین۔ اور برسون کی ریاضت شاقہ کے بعد بھی جو صورت وہم و خیال مین آنا دشوار یا محال تھی۔ اس کا فی الحال ایسا اظہار ہوا کہ جس کو دیکھکر یہ مدہوش و بیقرار اور تعلقات عالم سے قطعاً دست بردار ہو گئے۔

چنانچہ اسی قبیل کے متعدد واقعات ہین کہ مختلف طریق سے اپنے غلامون کی سرکار عالم پناہ نے پرورش فرمائی ہے۔ اور وہ نعمت تفویض ہوئی جو اُن کو حیثیت و استعداد سے بہت زیادہ تھی اور اس کا بھی یقین ہے کہ جو ارادتمند بظاہر فیضان باطنی سے ہنوز مستفیض نہین ہوئے ہین۔ وہ بھی بمصداق۔ ''کُلُّ اَمرٍ مَرھُونٍ بِاَوقَاتِھَا''۔ عنایت پیشوا سے محروم نہین رہین گے۔ کیونکہ حضور نے متواتر فرمایا ہے کہ ''جسکی قسمت کا جو حصہ ہے وہ اُس کو ملیگا۔ اور اگر زندگی مین نہین ملا تو مرتے وقت ضرور ملیگا۔ اور مرتے وقت نہ ملا تو اُس کی قبر مین ضرور ٹھونس دیا جائیگا۔ اور یہ بھی ارشاد ہوا ہے کہ۔ ''عاشق کا مرید بے ایمان نہین مرتا''۔ لہٰذا غلامان وارثی کو یہ بشارت مبارک ہو کہ ہادی کامل نے امداد کا قطعی وعدہ فرمایا ہے۔ اور جب امداد کا وقت آیا تو حسب وعدہ امداد کی۔ یقینی وہ صادق الاقرار آئندہ بھی اپنا وعدہ ضرور ایفا کریگا۔

بلکہ اس عطیات باطنی کے ساتھ حضور نے ظاہری ہدایات سے بھی ہم کو محروم

Scanned with CamScanner

نہین رکھا۔ جن کی تعمیل سے اہل ظواہر کے دنیوی معاملات درست اور اہل اللہ کے دینی مشکلات آسان ہوسکتے ہین۔ بقول

بہار گلشن حُسنت دل وجان تازہ میدارد
برنگ اصحاب صورت رابہ بوار باب معنی را

ہر چند حضور کے بعض ملفوظات کا ذکر اخوان ملت نے اپنی تالیفات مین کیا ہے۔ اور وہی ہماری ہدایت کے واسطے کافی اور بس تھے۔ لیکن مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اپنی حاضری کے زمانہ مین جو ارشادات بگوش خود سُنے ہین اور ہنوز میرے حافظہ مین محفوظ ہین۔ اُن مین سے چندضروری ہدایات مجملاً نقل کرون۔

چنانچہ ایک روز حضور نے فرمایا کہ۔ ﴿فقیر کو چاہیے ہر حال مین خوش رہے اور زندگی کے دن کاٹ دے۔ تکلیف ہوتو شکایت نہ کرے۔ اور آرام ہوتو شکر بجا لائے﴾ اور یہ بھی ارشاد ہوا ہے کہ۔ ﴿فقیر کو چاہیے نہ تکلیف سے گھبرائے اور نہ شکایت کرے۔ کیونکہ محبوب کی دی ہوئی چیز سے گھبرانا محبت کے منافی ہے اور محبوب کی شکایت مشرب عشاق مین کفر ہے﴾۔

اور یہ تو سرکار عالم پناہ نے متواتر فرمایا ہے کہ ﴿بڑی فقیری یہ ہے کہ مرجائے مگر کسی کے آگے ہاتھ نہ پھیلائے﴾۔ اور یہ بھی ارشاد ہوا ہے کہ ﴿فقیر کو چاہیے کسی کی چیز کو خیانت کی نگاہ سے نہ دیکھے﴾ اور یہ بھی فرمایا ہے کہ ﴿فقیر وہ ہے جو اکنگ رہے﴾۔ اور یہ بھی ارشاد ہوا ہے کہ ﴿فقیر وہ ہے جو اپنی بستی مین رہ کر خویش واقربا کا ممنون نہ ہو﴾۔ اور یہ بھی فرمایا ہے کہ فقیر کو لازم ہے کہ بجز خدا کے کسی کا بھروسہ نہ کرے﴾۔ اور یہ بھی حضور کا فرمودہ ہے کہ ﴿فقیر جہان رہے لاطمع رہے﴾۔ اور یہ بھی فرمایا ہے کہ ﴿ بڑی بات یہ ہے کہ فقیر اپنی

بستی مین نیک نام ہو ﴾ ۔ اور یہ بھی ارشاد ہوا ہے کہ ۔ ﴿ مقام فقر بہت بڑا مقام ہے ﴾ ۔ اور اکثر حضور نے یہ بھی فرمایا ہے کہ ۔ ﴿ سلسلہ فقر اہلبیت کرام علیہم السلام سے ہے ﴾ ۔ اور یہ بھی فرمایا ہے کہ ﴿ فقیری بی بی فاطمہؑ سے ہے ۔ اور امام حسین علیہ السّلام کے ذریعہ سے یہ فیض جاری ہوا ﴾ ۔ یہ بھی ارشاد ہوا ہے کہ ۔ ﴿ فقیر وہ ہے جو انتظام سے علیحدہ ہو ﴾ ۔ یہ بھی فرمایا ہے کہ ﴿ فقیر وہ ہے کہ جس کے پاس کچھ نہ ہو ﴾ ۔ یہ بھی حضور کا فرمودہ ہے کہ ﴿ فقیر وہ ہے جو کسی چیز کا نہ مالک ہو نہ خود کسی کی ملک مین ہو ﴾ ۔ یہ بھی فرمایا ہے کہ ﴿ فقیر کو چاہیے نہ کسی کے لئے دعا کرے ۔ اور نہ گنڈا تعویذ کرے ﴾ یہ بھی ارشاد ہوا ہے کہ ﴿ فقیر وہ ہے جس کی کوئی سانس خالی نہ جائے ﴾ ۔ یہ بھی بتاکید فرمایا ہے کہ ﴿ فقیر کو لازم ہے کہ دنیا کے واسطے کوئی کام نہ کرے اور خدا کے واسطے جان دیدے ﴾ ۔

یہ بھی حضور نے فرمایا ہے کہ ﴿ جو شخص اپنا کام آپ کرنا چاہتا ہے تو اللہ میاں بھی علیحدہ ہو جاتے ہین ۔ اور جو اللہ کے بھروسہ پر چھوڑتا ہے تو اللہ اس کے کام کو پورا کرتا ہے ۔ بس لازم یہ ہے کہ جو کام کرے اللہ کے بھروسہ پر کرے ﴾ ۔ اور یہ بھی فرمایا ہے کہ ۔ ﴿ یقین کے ساتھ خدا کو اپنا مددگار جانو ﴾ ۔ وَکَفٰی بِاللّٰہِ وَکِیلاً ‘ ۔ اور یہ بھی فرمایا ہے کہ ﴿ خدا ہر چیز کا مالک اور ہر چیز پر قادر ہے ﴾ ۔ یہ بھی ارشاد ہوا ہے کہ ۔ ﴿ خیر و شر اُسی کی جانب سے ہے ۔ مگر تصدیق اس کی مشکل ہے ﴾ ۔ یہ بھی فرمایا ہے کہ ۔ ﴿ خدا تم مین ہے مگر تم دیکھ نہین سکتے ۔ (فِی اَنفُسِکُم اَفَلَا تُبصِرُون) ﴾ یہ بھی ارشاد ہوا ہے کہ ﴿ ایمان خدا کی محبّت کا نام ہے ﴾ ۔ یہ بھی فرمایا ہے کہ ۔ ﴿ من و تو کا جھگڑا جائے تو خدائی کا جلوہ نظر آئے ﴾ ۔ یہ بھی فرمایا ہے کہ ۔ ﴿ اپنی

Scanned with CamScanner

ہستی کا مٹانا عین فقیری ہے ﴾۔ یہ بھی فرمایا ہے کہ ﴿ موحد ہونا بہت مشکل ہے ﴾۔ یہ بھی فرمایا ہے کہ ﴿ آج کل توحید ٹکے سیر ہے ﴾۔

یہ بھی حضور نے فرمایا ہے کہ ﴿ عشق وہبی ہے جو کسب سے نہین حاصل ہوتا ﴾۔ یہ بھی ارشاد ہوا ہے کہ ﴿ محبت ہے تو سب کچھ ہے اور محبت نہین تو ریاضت بیکار ہے ﴾۔ یہ بھی فرمایا ہے کہ۔ ﴿ محبت ہے تو ہزار کوس پر ہم تمہارے ساتھ ہین ﴾۔ یہ بھی حضور کا ارشاد ہے کہ۔ ﴿ ایک صورت کو پکڑ لو۔ وہی تمہارے ساتھ یہان بھی رہیگی اور وہی قبر مین۔ اور وہی حشر مین ساتھ ہوگی ﴾۔ یہ بھی فرمایا ہے کہ۔ ﴿ محبت مین شاہ و گدا کا فرق نہین رہتا۔ جیسے محمود و ایاز کا واقعہ ہے ﴾۔ یہ بھی ارشاد ہوا ہے کہ۔ ﴿ یار کا تصور عاشق کی زندگی ہے ﴾۔ یہ بھی فرمایا ہے کہ۔ ﴿ رضائے یار عاشق کا ایمان ہے ﴾۔ یہ بھی فرمایا ہے کہ۔ ﴿ عشق مین انتظام نہین ﴾۔ یہ بھی ارشاد ہوا ہے کہ۔ ﴿ جس کو اپنی خواہشات کی خبر ہے وہ عشق سے بیخبر ہے ﴾۔ اور اسی مضمون کو حضور نے دوسری لفظون مین یون فرمایا ہے کہ۔ ﴿ عاشق یار سے خبردار اور موجودات سے بیخبر رہتا ہے ﴾۔ یہ بھی فرمایا ہے کہ ﴿ معشوق کی جفا کو عاشق عطا سمجھتا ہے ﴾۔ یہ بھی فرمایا ہے کہ۔ ''محبت مین انسان اندھا ہو جاتا ہے''۔ یہ بھی ارشاد ہوا ہے کہ۔ ﴿ ایمان محبت کامل کا نام ہے ﴾۔ یہ بھی فرمایا ہے کہ ﴿ عشق مین ترک ہی ترک ہے ﴾۔ یہ بھی ارشاد ہوا ہے کہ۔ ﴿ عاشق وہ ہے جو معشوق پر جان قربان کرے ﴾۔ یہ بھی فرمایا ہے کہ۔ ﴿ عشق مین سر دے تو یہ مہم سر ہو ﴾۔

یہ بھی حضور کا فرمودہ ہے کہ ﴿ جب تک خود بینی ہے پیر سے حجاب رہیگا ﴾ یہ بھی ارشاد ہوا ہے کہ ﴿ خود پرستی حجاب کو بڑھاتی ہے اور مقصود سے دور رکھتی ہے ﴾۔ یہ بھی فرمایا ہے کہ۔ ﴿ بیخودی حجاب کو اُٹھاتی ہے ﴾۔ یہ بھی فرمایا ہے کہ

Scanned with CamScanner

﴿مرید اس طرح پیر سے ملے جس طرح قطرہ دریا سے مل جاتا ہے۔ جب تک قطرہ نہین ملتا ہے قطرہ رہتا ہے اور جب مل جاتا ہے تو وہی قطرہ دریا ہو جاتا ہے۔ پھر کوئی اسے قطرہ نہین کہتا﴾۔ یہ بھی فرمایا ہے کہ﴿عشق مین کفر اسلام ہو جاتا ہے﴾۔ یہ بھی فرمایا ہے کہ۔﴿انسان اُسکیے ساتھ رہتا ہے جس سے محبت ہوتی ہے﴾۔ یہ بھی فرمایا ہے کہ۔﴿پیر کی صورت مین خدا ملتا ہے﴾۔اور تمثیل مین مولانا علیہ الرحمۃ کا یہ شعر پڑھا۔

چونکہ ذاتِ پیر را کردی قبول

ہم خدا در ذاتش آمد ہم رسول

یہ بھی فرمایا ہے کہ۔﴿جو شخص جس سے محبت کرتا ہے اُسی کے ساتھ اُس کا حشر ہوتا ہے﴾۔ یہ بھی فرمایا ہے کہ۔﴿جو صورت تمہارے ساتھ یہان رہے گی وہی مرتے وقت وہی قبر مین وہی حشر مین ساتھ رہے گی﴾۔ یہ بھی فرمایا ہے کہ۔﴿جس کے تصور مین مروگے اُسی کے ساتھ حشر ہوگا﴾۔ یہ بھی فرمایا ہے کہ۔﴿جس کو تصدیق نہین اُس کا ایمان نہین﴾۔ یہ بھی فرمایا ہے ﴿جس صورت کا خیال پختہ ہو جائے گا وہی صورت بعد مرگ بھی قائم رہیگی﴾ اور یہ بھی فرمایا ہے کہ۔﴿جو مرید پیر کو دور سمجھے وہ مرید ناقص ہے اور جو پیر مرید سے دور رہے وہ پیر ناقص ہے﴾۔

یہ بھی فرمایا ہے کہ﴿حاسد ہمیشہ ذلیل رہتا ہے﴾۔ یہ بھی فرمایا ہے ﴿حسد سے ایمان خراب ہوتا ہے﴾۔ یہ بھی فرمایا ہے کہ۔﴿کسی کو بُرا نہ کہو نہ بُرا سمجھو﴾۔ یہ بھی فرمایا ہے کہ۔﴿کسی کی عداوت کو دل مین جگہ نہ دو﴾۔ یہ بھی فرمایا ہے کہ۔﴿دشمن سے بدلہ نہ لو﴾۔ یہ بھی فرمایا ہے کہ﴿دشمن کے ساتھ سلوک کرو۔ حضرت شیر خدا کی سنت ہے﴾۔ یہ بھی فرمایا

Scanned with CamScanner

ہے کہ ﴿ جس دل کو محبت سے سروکار ہوتا ہے اُس مین عداوت کی گنجائش نہین ہوتی ﴾۔ یہ بھی فرمایا ہے کہ۔ ﴿ ہماری منزل عشق ہے اور منزل عشق مین خلافت اور جانشینی نہین۔ جو ہم سے محبت کرے وہ ہمارا ہے ﴾۔ بلکہ مستند ذراع سے معلوم ہوا ہے۔ اور رسالہ عین الیقین مین بھی لکھا ہوا ہے کہ ۲۷ رنومبر ۱۸۸۹ء کو یہ فرمان باین صراحت ضبط تحریر مین آیا کہ ہماری منزل عشق ہے۔ جو کوئی دعویٰ جانشینی کا کرے وہ باطل ہے۔ ہمارے یہان کوئی چمار ہو یا خاکروب ہو جو ہم سے محبت کرے۔ وہ ہمارا ہے''۔

الغرض پیشوائے برحق نے ہماری ہدایت ایسے جامع اور عام فہم الفاظ مین فرمائی ہے جو سیر بسر خوبیون سے مملو ہے۔ مثلاً اگر نظر غائر سے دیکھا جائے تو انھین احکام مین تخصیص بھی پائی جاتی ہے اور انھین مین تعیم بھی معلوم ہوتی ہے۔ جس طرح ایک مجرد اور آزاد غلام انھین احکام کی تعمیل سے کامیاب اور فائز المرام ہوسکتا ہے اُسی طرح ایک ایسا دست گرفتہ جو ہنوز دام تعلقات مین گرفتار ہے وہ بھی انھین زرین ہدایات سے استفاضہ حاصل کرسکتا ہے۔ اس لئے بآواز بلند ہم کہہ سکتے ہین کہ حضور کے ارشادات ہمارے دینی مفاد اور دنیوی بہبود کے واسطے کافی اور بس ہین۔ اور ملفوظات وارثی کا مجموعہ جملہ غلامان وارثی کے لئے مکمل دستور العمل کا حکم رکھتا ہے۔ جس کی تعمیل سے ہم انسان بلکہ انسان کامل ہو سکتے ہین۔ چنانچہ وہ اخوان ملت جنھون نے صدق وخلوص سے حضور کی تعلیم کو کلیۃً تسلیم کیا ہے وہ مقصود اصلی کے حاصل کرنے مین ضرور کامیاب ہوئے۔ اور درحقیقت وہی اس کے مستحق ہین کہ ان کو یہ مقدس خطاب دیا جائے اور اُن کو وارثی کہا جائے۔

مالک حقیقی ہم کو بھی یہ توفیق مرحمت فرمائے کہ فرمانبردار غلامون کی

طرح ہم بھی احکام وارثی کی بہ کمال ذوق و شوق تعمیل کرین اور ہمارے خیال کو بھی ایسی ایک سوئی اور وہ استقلال حاصل ہو کہ حوادث محسوسات عالم سے ہم متاثر نہ ہون۔ اور مطلوب حقیقی کے شوق وصال مین زبان حال سے کہین۔

جان من زندہ بتاثیر ہوائے دگر است
ساز داری نہ کند آب وہائے دگرم

لہٰذا اب یہ رسالہ اس عذر کے ساتھ ختم کرتا ہون کہ جب یہ مسلمہ ہے کہ شہنشاہ اقلیم عشق سرکار عالم پناہ کے تصرفات و ہدایات بھی یقینی جذبات عشق اور خصوصیات محبت سے خالی نہین تو عشق کے رموز و اسرار کا مجملاً ذکر کرنا بھی دشوار ہے۔ بقول

سخن عشق نہ آنست کہ آید بزبان
ساقیا می دہ وکوتاہ کن این گفت وشنید

تَمَّ بعَونِہٖ تَعَالیٰ وَ ھُوَ یَتَوَلَّی الصَّالِحِین

بپایان آمد این دفتر حکایت ہمچنان باقی   بصد دفتر نشاید گفت حسب الحال مشتاقی

تقریظ و تاریخ از نتائج طبع عالی سخن سنج بیمثال جامع فضل کمال فصیح طلیق اللسان منطیق بلیغ البیان فروغ مطلع معنی شناسی جناب حکیم مولوی سیّد احمد صاحب وارثی مدظلہ العالی

بگوش آید ز ہر سویم ہوالوارث ہوالوارث

ازین رُو فاش میگویم ہوالوارث ہوالوارث

اَلحَمدُ لِلّٰہِ الَّذِی مَنَّ عَلَینَا بِوُجُودِ مُحَمَّدِ نِ المُصطَفٰے ﷺ سپس آنکہ درین روز ہا برادر محترم حضرت اوگھٹ شاہ وارثی بچھرایونی کہ تصانیف دیگر ہم دار و رسالہ منیفہ وخبیرہ رشحات الانس درباب چگونگی مرور اوقات خویشتن منضبط فرمودہ کہ دران از یوم ادراک شرف خدمت حضور مرشد پاک فرزند صاحب لولاک قطب عالم غوث اعظم حاجی حرمین الشریفین وسلطننا فی الدارین سیدنا و مولٰنا وارث علیشاہ رحمۃ اللہ علیہ تا خفائے زندگانی ظاہری وظہور حیوٰۃ باطنی حضور لامع النور طاب ثراہ وجعل جنۃ الرضوان شواہ ہر چہ دید و گذشت بطریق اختصار یکے از ہزار ثبت نمودہ تا از سرگذشتش یادگارے و پس آیندگان را از وے تذکارے باشد۔ ہمدرین نورو دامان اوراق آخرنیش تبرگاہ تیمناً بانبذ سے از گرانمایہ گوہائے ملفوظات ہمایون کہ گاہ بیگاہ دران ہنگام بگوش ہوشش خوردہ بود پُر اپناشتہ و برائے خویشتن بہینہ زادے برداشتہ۔ چشم آن دارم کہ اگر میسر شود و دیگر برادران طریقت ہم تمبا بعقش گام بردارند ذخیرہ خوبی و گلدستہ مرغوبی ازین دست فراہم متوان شد۔ قطعہ مختصرے از سال طبعش کہ تعجلت تمام بہر سید الحال بنوک خامہ سپردہ میشود۔ والسلام خیر ختام۔

چو اوگھٹ شاہ احوالش رقم کرد	اگر چہ بیشتر حال خودش ہست	بفیض وارثِ پاک من احمد
بنجے زدم از تاریخ وارثت	نمی سنجم کم، از تاریخ وارث	بشد سالش ہم، از تاریخ وارث

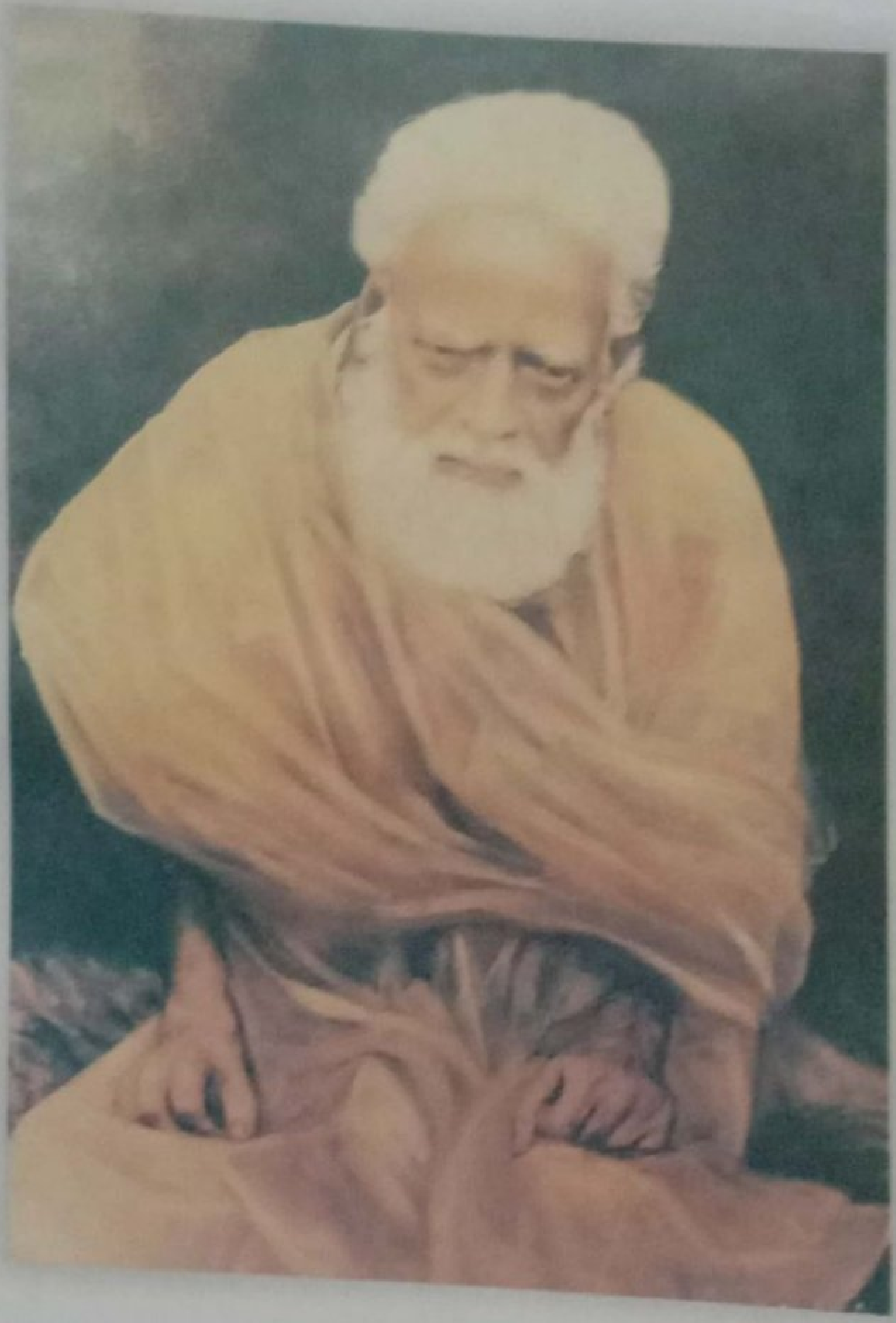

حضور سرکار عالم پناہ حضرت حاجی حافظ سید وارث علی شاہ اعظم اللہ ذکرہٗ

Scanned with CamScanner

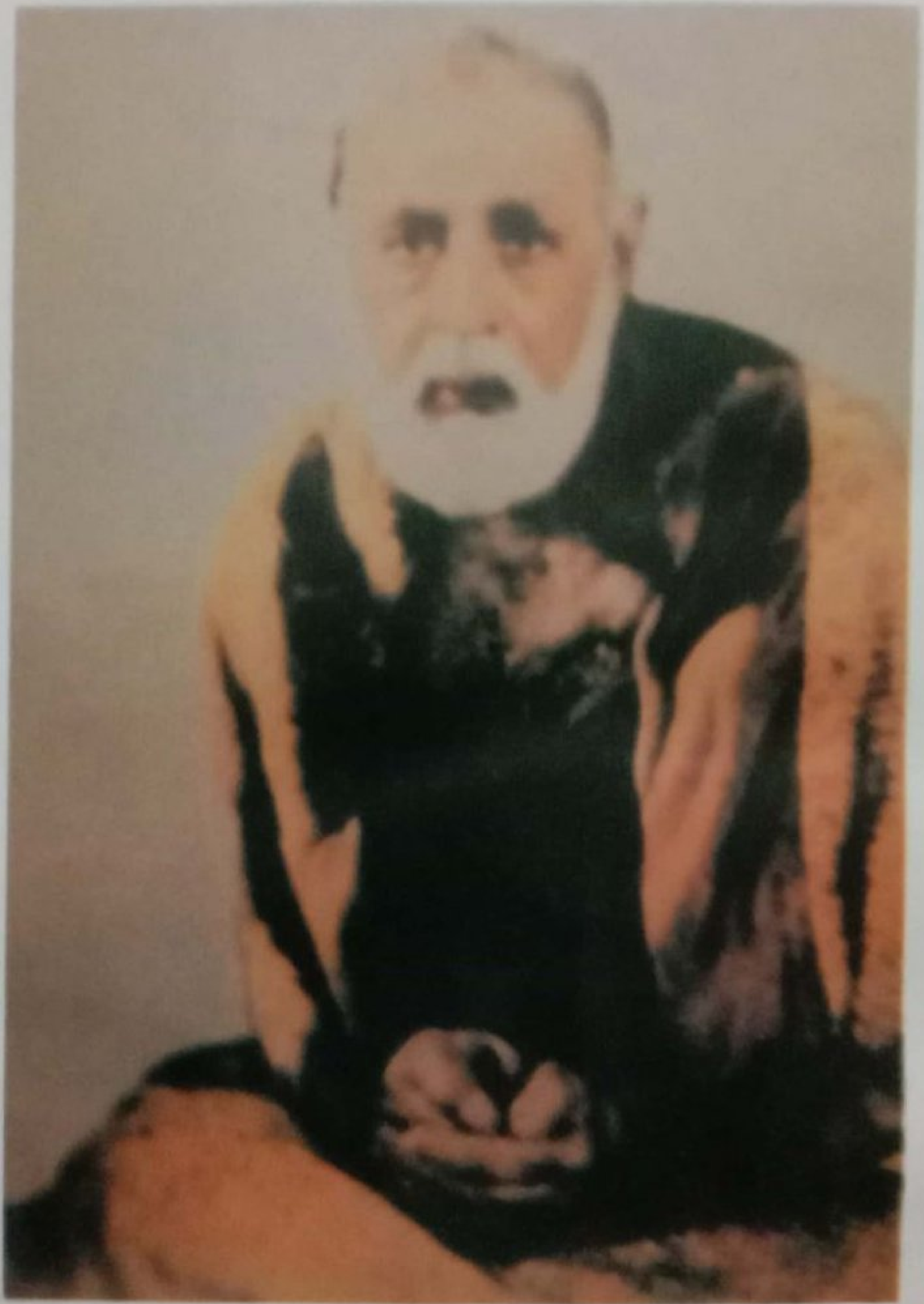

حضرت حاجی فقیر اوگھٹ شاہ وارثی رحمۃ اللہ علیہ

Scanned with CamScanner